حضرت علیؓ بن ابی طالب

ڈاکٹر محمد حمیداللہ

فاضل مقالہ نگار نے یہ تحقیقی مقالہ اُردُو دائرہ معارف اسلامیہ کیلئے رقم فرمایا تھا ، بعض ادارتی مجبوریوں کے پیش نظر یہ مکمل طور پر شائع نہ ہو سکا، چنانچہ ڈاکٹر صاحب محترم نے از راہ عنایت فکرونظر میں اشاعت کیلئے ارسال فرمایا — قارئین کے استفادے کیلئے پیش خدمت ہے ۔

(ادارہ)

تاریخ اسلام کے کسی شخص کی سوانح عمری لکھنا غالباً اتنا دشوار نہیں جتنا حضرت علیؓ کی ، کیونکہ اس میں تعلق بدقسمتی سے عقائد سے ہوگیا ہے ، اور سنّی ، شیعہ ، معتزلی ، اور اباضی (خارجی) مورخ بھی بےشعوری میں جذبات سے اتنے متاثر نظر آتے ہیں کہ آج ساڑھے تیرہ سو سال بعد بھی دامن سمیٹ کر کوئی ایسی چیز لکھنا آسان نہیں جسے سب قبول کر سکیں . اختلافی چیزوں سے سکوت کرنے میں سوانح عمری نامکمل ہو جاتی ہے ، اور تحقیق حق کے نتائج کو بیان نہ کرنا بددیانتی ہوتی ہے . بہرحال ہم امکانی حد تک کوشش کرینگے ۔

یہ ابو طالب بن عبدالمطلب اور ان کی بیوی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے بیٹے ، پیغمبر اسلام کے چچازاد بھائی اور داماد ، اور سابقین اوّلین میں سے تھے ۔ ولادت کہتے ہیں اس وقت ہوئی جب حاملہ ماں جوف کعبہ کے اندر تھی (۱) سنّی انہیں خلفائے راشدین میں بطور خلیفۂ چہارم داخل کرتے ہیں . شیعوں کے ہاں ان کو خلیفۂ اول

ہونے کا حقدار سمجھا جاتا ہے ۔ معتزلہ ان کی فضیلت کے بارے میں سنّیوں سے اختلاف کرتے ہیں ۔ غالی خارجی ان کو اسلام ہی سے خارج کرتے ہیں ۔

یتیم پیغمبر اسلام نے ابو طالب کے گھر میں پرورش پائی اور سن شعور کو پہنچے تو چچا کو تجارتی کاروبار میں مدد دیتے رہے ۔ حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد چچا کا مکان ترک کیا اور بیوی کی تجارت میں شریک اور کارندہ ہوگئے ۔ یہ تو واضح نہیں کہ پھر چچا کی دکان بھی چلاتے رہے یا نہیں ، لیکن چچا کا مالی بوجھ کم کرنے کے لئے اس کے ایک بیٹے ،علیؓ، کو اپنی تبنیت میں لے لیا اور سفارش کر کے ایک دوسرے بیٹے ، جعفر کو عباس بن عبدالمطلب کی تبنیت دلا دی ۔ علیؓ سانولے اور پستہ قد تھے ۔ زمانۂ خلافت میں کوفہ میں لوگ ان کو دیکھتے تو ,,بزرگ اشکنب (شکم) آمد " کا فقرہ کسا کرتے تھے (۲) بڑا سر ، ذہین اور سورما سپاہی تھے ۔ روحانی لگاؤ بھی بہت تھا ، اور شیعہ ہی نہیں سنّیوں کے ہاں بھی متعدد سلسلہ ہائے طریقت انہیں کے توسط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہوتے ہیں ، جیسے قادریہ ، سہروردیہ ۔

ان کا بعثت نبوی کے وقت علی العموم نابالغ ہونا سمجھا جاتا ہے۔ ابن سعد (طبقات ۳ ـ ۱ ، ص ۱۳) کے مطابق ,,گیارہ ، دس ، نو ، یا نو سے بھی کم سال کے " تھے ۔ ممکن ہے بعثت کے وقت تقریباً نو سال کے ہوں ، اور فترت کے بعد جب تبلیغ شروع کی تو گیارہ ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں یہ بھی مسلمان ہوئے ہوں ۔ ابن کثیر کے مطابق تو ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲، ۱۳، ۱۴ ، ۱۵ یا ۱۶ سال کی عمر میں اسلام لائے تھے ۔ ابتدائی مسلمانوں میں سے ایک کا بیان

ھے : میں نے ایک دن دیکھا کہ ایک شخص اٹھک بیٹھک کر رہا ھے اور اس کے دائیں ایک لڑکا ، اور پیچھے ایک عورت بھی اقتدا کر رھے ھیں . دریافت پر لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ آنحضرتؐ ، ان کا متبنیٰ علیؓ ، اور ان کی بیوی خدیجہ ھیں اور ایک نئے دین پر عمل کرنے لگے ھیں (۳)

طبری نے علیؓ کے اسلام لانے کی دو روایتیں بیان کی ھیں . ایک (ص ۱۱۶۴) یہ کہ وہ شروع ھی سے مسلمان ھوگئے تھے اور چھپ کر نماز پڑھتے تھے . ایک دن ابو طالب نے دیکھ لیا اور پوچھا : کیا کر رھے ھو ؟ پھر منع نہ کیا بلکہ کہا کہ آنحضرتؐ اچھی بات ھی کا مشورہ دیتے ھیں اس لئے برابر یہی کیا کرو . (۴) دوسری روایت (طبری ۱۱۷۲ تا ۱۱۷۳) کے مطابق ایک دن آنحضرتؐ نے اپنے رشتہ داروں کو جمع کر کے تبلیغ کی اور کہا کہ کون ھے جو مسلمان ھو ؟ وہ میرا بھائی ، وصی (نافذ کنندۂ وصیت) اور تم میں میرا خلیفہ (نائب) ھوگا ،، ـــ النسائی فی الخصائص کی روایت میں ، جیسا کہ ازالۃ الخفا ۲ ـ ۲۵۲ میں نقل ھوا ھے ، الفاظ یہ تھے : میرا بھائی اور صاحب (رفیق) اور تم میں میرا وارث ھوگا ،، ـــ حضرت علیؓ کہتے ھیں : کسی نے بھی اسے قبول کرنا نہ چاھا . میں اس وقت سب سے کم سن تھا ، میری آنکھوں میں آشوب چشم کی وجہ سے) سب سے زیادہ گندگی تھی اور میری پنڈلیاں سب سے زیادہ نحیف تھیں . میں اٹھا اور بولا : ,,میں ، اے اللہ کے نبی ، اس کام میں آپؐ کا وزیر (بوجھ اٹھانے میں شریک) رھونگا ،، . اس پر حضورؐ نے میری گردن پر ھاتھ رکھا اور فرمایا : یہ میرا بھائی ، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ھے ، اس لئے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت

کرو » . اس پر حاضرین ھنسنے لگے اور کہا : ابو طالب (مبارک ھو) ، محمد کہہ رھا کہ اب تمھیں بھی اپنے بیٹے کی بات سننی اور ماننی ھوگی . اس طنز کی وجہ سے ابو طالب نے اسلام قبول نہ کیا . — اس روایت میں ایک تو الفاظ کو اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی معنوں میں لینا چاھئے کہ ابھی اصطلاحیں وجود میں نہ آئی تھیں . دوسرے وصی اور موصیٰ لہ ایک نہیں ھوتے ؛ آنحضرتؐ کا موصیٰ لہ کون تھا ، معلوم نہیں . اور تیسرے علیؓ فوراً خلیفہ بن گئے ، یہ نہیں کہ آنحضرتؐ کی وفات پر خلیفہ بنیں . اس بنا پر ھم نے ,,جانشین » کی جگہ ,,نائب« ترجمہ کیا ھے . اور ظاھر ھے کہ یہ خلافت یا نیابت اس وقت کی کارکردگی کے مطابق ھوگی ، اور اس وقت تک سلطنت اور حکومت کا سوال نہ تھا ، بلکہ روحانی تعلیم تھی ، اور روحانی امور کی مملکت میں وہ رسول اللہؐ کے خلیفۂ بلا فصل سنّیوں کے ھاں بھی ھیں :

مواخات قبل ھجرت میں آنحضرتؐ نے علیؓ کو اپنا بھائی بنایا ، جس طرح ابو بکرؓ کو عمرؓ کا ـ ھجرت کے بعد علیؓ کو سھل بن حنیف اوسی انصاری کا بھائی بنایا گیا ، اور ان دونوں میں دوستی ھمیشہ برقرار رھی ۔چنانچہ علیؓ جب خلافت کے لئے کوفہ روانہ ھوئے تو سھل ھی کو مدینہ کا گورنر بنایا ، پھر شام کا گورنر نامزد کر کے دمشق پر قبضہ کرنے کا حکم دیا ، مگر معاویہ کی فوجوں نے پیش قدمی کی اور ان کو تبوک سے پسپا کر دیا (۵)ـ پھر جنگ صفین میں یہ علیؓ کی فوج میں نظر آتے ھیں ـ

رسول اکرمؐ کے پاس مشرکین مکہ کی جو امانتیں تھیں ، وہ مناظر احسن گیلانی کے گمان میں مضاربت کے اصول پر نفع اور تجارتی حصہ داری سے متعلق ھونگی . بھرحال جب آپؐ ھجرت کر کے مدینہ

جانے لگے تو یه امانتیں واپس کرنے کا کام حضرت علیؓ ھی کے سپرد کیا اور کہا که تین دن بعد یه مالکوں کو واپس پہنچا کر مدینه آجاؤ . آنحضرتؐ کی یه امانت داری مخالفین کو بری لگتی ھے چنانچه انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے جدید ایڈیشن میں مادۂ علی میں کوئی وجه بتائے بغیر لکھا ھے : ,,یه مختلف وجوه سے غیرقرین قیاس ھے " ۔

ایک عجیب واقعه نسائی میں بلا تاریخ ھے (٦) اسے ھجرت کی رات ھی کا واقعه قرار دیا گیا ھے . وه یه که علیؓ اور رسول اللہؐ رات کو کعبه گئے اور علیؓ کو آنحضرتؐ نے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور علیؓ نے کعبه کی چھت پر کے ایک تانبے کے مضبوط نصب شده بت کو اکھاڑ کر نیچے پھینک دیا اور وه کچھ ٹوٹ بھی گیا ، پھر دونوں چپکے سے تیز تیز وھاں سے واپس ھو گئے . کعبه کی چھت پر ھبل نصب تھا ، کیا وھی مراد ھے ؟

ھجرت کے بعد صفر سنه ۲ میں انھوں نے رسول اللہؐ کی دختر فاطمه سے نکاح کیا ، رخصتی چند ماه بعد ھوئی ، بلاذری (انساب ، مخطوطه استانبول ۱ ـ ۲٦۵) کے مطابق آپ کا حلیه بی بی فاطمه کو پسند نه تھا تو آنحضرتؐ نے سفارش کی که وه ,,أکثرھم علما و أعظمھم حلما " . کئی بچے ھوئے جن میں امام حسن اور امام حسین ممتاز ھیں . ایک بیٹی ام کلثوم سے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں نکاح کیا . ایک بار حضرت علیؓ نے ابو جھل کی نو مسلم بیٹی سے نکاح کرنا چاھا تو آنحضرتؐ نے منع فرمایا که فاطمه کا دل دکھیگا . اس لئے بی بی کی وفات تک وه صرف ایک بیوی پر اکتفا کرتے رھے . شروع میں گھر داماد رھے بی بی فاطمه اور حضرت عائشه کے کمروں کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی . اس میں ایک

کھڑکی تھی جس سے رسول اکرمؐ اپنی لڑکیوں کو دیکھ اور ان سے بات چیت کر سکتے تھے . ام کلثومؓ کے حضرت عثمانؓ سے نکاح کے بعد فاطمہ وہاں تنہا رہ گئیں ، پھر شوہر علیؓ بھی وہیں رہنے لگے . رسول اللہؐ کے مکان کے سارے حجروں کی طرح ، حضرت علیؓ کے کمرے کا بھی صرف ایک دروازہ تھا جو اولاً مسجد کے صحن میں کھلتا تھا ، پھر تبدیل قبلہ کے بعد مسجد کی اولین صفوں اور مسقف حصے میں کھلنے لگا . ان کمروں میں مقابل سمت میں دروازے نہ تھے۔ غسل وغیرہ کے لئے باہر نکلنا چاہتے تو مسجد میں سے گذرنے کے سوا چارہ نہ تھا . اسی لئے ، تبدیل قبلہ پر لوگوں کے قبلے کی دیوار میں کھلنے والے سارے دروازے بند کرا ئے گئے ، اور مسجد میں حالت جنابت میں داخلہ ممنوع قرار دیا گیا تو اس سے خود رسول اکرمؐ اور حضرت علیؓ کو مستثنیٰ کرنا ناگزیر تھا (جیسا کہ ترمذی وغیرہ نے صراحت کی ہے) . عورتیں اپنے کمروں کے اندر ٹب میں بیٹھ کر نہا لیا کرتیں . (حضرت حفصہ کے ٹب میں خود رسول اللہؐ کو مرض موت کے زمانے میں سات مختلف کنوؤں کے پانی سے نہلانا سب کو معلوم ہے) : بنی قینقاع کے اخراج پر جب ان کے مکان خالی ہوئے تو ان میں سے ایک حضرت علیؓ کو دیا گیا ، اور رسول اللہؐ اپنے نواسوں اور ان کے والدین کو دیکھنے وہیں جایا کرتے تھے (۷) . تبدیل قبلہ کے بعد پبلک کے مسجد میں کھلنے والے جو دروازے بند کرائے گئے ، وہ صرف قبلہ رخ دیوار میں معلوم ہوتے ہیں ، کیونکہ وفات نبوی سے عین قبل جب لوگوں کے دروازے مکرر بند کرائے گئے (اور ان میں سے حضرت ابو بکرؓ کا دروازہ مستثنیٰ کیا گیا) ، تو ان دونوں واقعات میں تطبیق کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ پہلے حکم کو قبلہ رخ

دیوار سے متعلق کیا جائے ، اور دوسرے حکم کو باقی مسجد سے ورنہ پہلے حکم کے بعد نئے دروازے کھل نہ سکتے ۔

حضرت علیؓ کی سوق بنی قینقاع میں منتقلی کے بعد ان کا تخلیہ کردہ کمرہ رسول اکرمؐ کے لئے زور یعنی ملاقات گاہ بن گیا ، جیسا کہ سمہودی میں ہے . یہ حضرت عائشہ کے کمرے سے متصل تھا اور شروع میں وہاں رسول اللہؐ کی لڑکیاں رہتی تھیں .

سنہ ۲ کے غزوۂ بدر میں انہوں نے سفید صوف کا طرہ لگایا تھا (ابن سعد ۳ ـ ۱ ، ص ۱٤) . اس موقع پر اور ہر دیگر جنگ میں بہ کثرت دشمنوں کو تہ تیغ کیا . تبوک میں ان کو ساتھ لینے کی جگہ آنحضرتؐ نے انہیں مدینے میں نائب کی حیثیت سے چھوڑا . لوگوں (غالباً منافقوں) نے طنز کیا کہ تم اچھے سپاہی نہیں ہو اس لئے تمہیں عورتوں بچوں میں چھوڑا ہے . یہ بھاگے ہوئے جا کر آنحضرتؐ سے کیمپ میں گلہ کرتے ہیں تو حضور فرماتے ہیں : ,,کیا تمہیں پسند نہیں کہ میرے پاس تمہارا وہی مرتبہ ہو جو حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ کے پاس تھا؟ بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ،، (۸) (کہ کوہ طور کے اعتکاف کے زمانے میں وہ بنی اسرائیل میں نائب بن کر رہے تھے) . مگر راز کی وجہ جو آنحضرتؐ ان سے پبلک میں بتا نہیں سکتے تھے کچھ اور معلوم ہوتی ہے : مشہور منافق ابن ابّی کا برتاؤ ان دنوں بہت مشتبہ ہوگیا تھا ، حتیٰ کہ وہ تبوک کی اس مہم میں کچھ دور شریک رہ کر مدینہ واپس آگیا تھا ؛ جیسا کہ مسعودی نے (التنبیہ والاشراف میں) صراحت کی ہے . ان حالات میں پیشبندی کے لئے ضرورت تھی کہ مدینہ میں ایک جری اور قابل اعتماد فوجی افسر موجود رہے

تبوک سے پہلے غزوۂ خیبر میں انھوں نے ایک مقامی مستحکم قلعہ قصر مرحب کو بھی فتح کیا . یہ اب تک معروف اور دشوار گزار پہاڑی کی چوٹی پر ھے ، نیچے سے اوپر چڑھنے والوں کو دشمن آسانی سے پتھراؤ کر سکتا تھا . علیؓ نے ایک بڑے دروازے کو چھتری یا سپر بنا کر پیش قدمی جاری رکھی اور کامیاب رھے . خیبر کی مدد کے لئے فدک والے آرھے تھے . ان کو روکنے کے لئے بھی علیؓ کو بھیجا گیا لیکن بلاذری (انساب ، ط مصر ، ف ۹۳<) نے جو یہ واقعہ بیان کرتا ھے لکھا ھے کہ غزوۂ خیبر محرم میں ھوا اور فدک کی مہم شعبان میں ھوئی . ـــ غالباً یہ وقت شماری کے دو مختلف مروجہ طریقوں کا نتیجہ ھے کہ ایک میں اھل مکہ کے کبیسے کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور دوسری خالص قمری تقویم ھوتی تھی . اسی زمانے میں ھرقل کو بھیجے ھوئے مکتوب نبوی میں بھی یہی فرق ھے کہ سفیر محرم < میں جاتا اور چھہ ماہ قبل جمادی الآخرہ سنہ ٦ میں واپس آتا ھے . (اس بحث اور تقویمی حل کے لئے دیکھئے میری فرانسیسی سیرت نبوی میں باب مکتوب نبوی بنام ھرقل) .

فتح مکہ کی تیاری کے زمانے میں حاطب بن ابی بلتعہ نے بھولے پن سے اھل مکہ کو اطلاع بھیجی تھی ـ آنحضرتؐ نے نامہ بر عورت کے تعاقب کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا . فتح مکہ کے بعد بنی جذیمہ میں خالد بن الولید نے غلطی سے کچھہ خونریزی کی تو تلافی کے لئے حضرت علیؓ ھی بھیجے گئے ـ

قبیلۂ طئی میں پیشہ ور لٹیرے بہت تھے ـ ابن سعد وغیرہ حضرت علیؓ کی سرکردگی میں ایک مہم کا ذکر کرتے ھیں جو تبوک کے غزوے سے پہلے بھیجی گئی تھی اور جس میں انھوں نے وھاں کے بت

خانے کے چڑھاوے بھی بطـور مال غنیمت لا کر آنحضرت کو پیش کئے تھے . نہ اس کی ٹھیک تاریخ معلوم ھے اور نہ وجوہ و اسباب .

سنہ ۹ میں نجران کے عیسائی مدینہ آئے . آنحضرتؐ نے انھیں مباھلہ کرنے کو کہا کہ ,,جھوٹے اور اس کے کنبے پر خدا کی لعنت ہو،، یہ ام المومنین ام سلمہ کے مکان میں ھوا ـ اس میں حضرت علیؓ بھی شـریک کئے گئے ـ مگر نجرانی کترا گئے ـ

سنہ ۹ میں حج کے موقع پر اس اعلان کا فریضہ حضرت علیؓ کے سپـرد کیا گیا تھا کہ اب آئندہ غیرمسلـم کعبہ کے حج کے لئے نہ آ سکیں گے ، اور یہ کہ جن غیرمسلم قبائل سے آنحضرتؐ نے غیرمعین مدت کے لئے حلیفی کے معاھدے کئے تھے وہ چار ماہ بعد ختم سمجھے جائنگے . اس سے ان قبائل کو تشویش ھوئی کہ مزید دیر کئے بغیر مسلمان ھو جائیں

رمضان سنہ ۱۰ میں انھیں یمن بھیجا گیا . وھاں لوگوں نے جنگ نہ کی اور ان کی تبلیغ سے سارا قبیلـہ ایک ھی دن میں مسلمان ھـوگیا ، اور زکـوٰۃ بھی دی (۹) وھاں سے فارغ ھو کر یہ مـکہ گئے اور حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ کے ساتھ رھے . یمن سے واپسی میں راستے میں انھوں نے ساتھیوں کو ناراض کر دیا تھا (ان ساتھیوں نے زکـوٰۃ کے سرکاری کپڑوں کو لے کر حج کا احرام بنایا تھا اور علیؓ نے وہ کپڑے واپس کرنے کا حـکم دیا تھا) . آنحضرتؐ سے شکایت ھوئی تو حضورؐ نے مـدینہ واپسی کے زمانے میں رابغ کے قریب غدیر خـم کے پڑاؤ کے وقت علیؓ کی تائید کی اور بتایا کہ سرکاری مال میں خیانت نہیں کرنی چاھئے . اور اسی خطبے میں ,,من کنت مولاہ فعلی مولاہ ،، کا مشہور جملہ بھی فرمایا تھا (جس کے دستوری مفہوم کے لئے دیکھو میرا مضمون **Constitutional Problems in Early Islam**

شیعه مکتب خیال اس جملے کو ولی عہدی سمجھتا ہے لیکن خود حضرت علیؓ کا یہ خیال نظر نہیں آتا : نہ صرف خلفائے ثلاثہ کے انتخاب کے وقت بلکہ اس وقت بھی نہیں جب وہ حضرت معاویہؓ سے اپنی خلافت جتانے کے لئے جنگ کر رہے تھے ۔ اس زمانے میں ان کی حضرت معاویہؓ سے جو خط و کتابت ہوئی وہ شیعی کتاب نہج البلاغة للشریف الرضی میں محفوظ ہے ۔ ان خطوط میں حضرت علیؓ اپنی فضیلت اور ترجیح کے سارے استدلال بیان کرتے ہیں بجز اس کے کہ آنحضرتؐ نے آپ کو ولی عہد نامزد کیا ہو ۔

غزوات میں اگر یہ علمبردار ہوتے تو ,,اثنائے سفر میں میسرہ العبسی اسے اٹھائے لے جاتے اور جب معرکہ شروع ہوتا تو اس وقت علیؓ اسے لے لیتے ،، (۱۰) کہتے ہیں کہ ایک دن یہ ایک اہم سرکاری کام میں مشغول تھے اور آفتاب غروب ہونے لگا تو آنحضرتؐ نے دعا فرمائی اور آفتاب رک گیا اور علیؓ کی عصر کی نماز قضا نہ ہوئی ۔

خلافت صدیقی میں

حضرت ابو بکرؓ کے انتخاب کے وقت یہ سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود نہیں تھے ۔ آنحضرتؐ کے دفن کے بعد کی بیعت عامہ میں بھی وہ شریک نہ ہوئے ، اور بعد میں وجہ بتائی کہ قرآن جمع کرنے میں مشغول تھا (۱۱) مگر اس کی تفصیل معلوم نہیں ۔ اس میں اختلاف ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کب کی : بیعت عامہ کے تھوڑی دیر بعد یا چھ ماہ بعد (۱۲) لیکن یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابو بکرؓ کی بیعت عامہ پر جب بی بی فاطمہ اپنے دادا حضرت عباس کے ہمراہ اور یقیناً حضرت علیؓ کی اجازت سے ان کے پاس جا کر گفتگو کرتی ہیں تو یہ نہیں کہتیں کہ خلافت کا حق میرے شوہر کو ہے ، بلکہ ان

سے آنحضرتؐ کی میراث میں اپنا حصہ اور فدک کی جاگیر مانگتی ہیں ، یعنی وہ اور عباسؓ اور علیؓ سب حضرت ابو بکرؓ کو جائز خلیفہ اور مختار کل تسلیم کرتے ہیں اور اسی حیثیت میں ان سے اپنے مقدمے کے لئے رجوع کرتے ہیں ۔ (۱۳) طبری اور ابن کثیر کے مطابق بی بی نے ابو بکرؓ سے خواہش یہ کی کہ ان کے شوہر کو فدک کا ناظر بنائیں ۔ ابو الحسین المعتزلی نے لکھا ہے : ,,مگر صحیح یہ ہے کہ بی بی نے فدک میراث نہیں بلکہ بطور نحلہ یعنی ہبہ مانگا تھا،، (۱۴)۔ بخاری نے لکھا ہے کہ بی بی نے ابو بکرؓ سے آنحضرتؐ کے اس مال میں میراث مانگی جو بطور فی صرف خاص حضورؐ کے تصرف میں تھا . . . یعنی خیبر ، فدک اور خود مدینہ کی زمینیں . . . جہاں تک مدینہ کی اراضی کا تعلق ہے وہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں علیؓ اور عباسؓ کے مشترکہ تصرف میں دیدیں لیکن خیبر و فدک انہوں نے ان کو نہ دیا اور کہا کہ یہ رسول اللہؐ کے صدقہ یعنی سرکاری مصارف کے لئے تھے جو حضورؐ کے وقت بوقت پیش آنے والے اخراجات اور اتفاقی مصارف کے لئے تھے اور حضورؐ نے یہ اس شخص کے لئے دئے ہیں جو آپ کے بعد ولی الامر (خلیفہ) بنے ۔ بہرحال ابو بکرؓ کا جواب کہ حضورؐ اپنی زندگی میں آپ لوگوں کو جو دیتے تھے میں بے کم و کاست جاری رکھونگا ، بی بی کو ناگوار گزرا ۔ چند ماہ بعد جب بی بی کی وفات ہوئی تو علیؓ نے ابو بکرؓ کو خبر کئے بغیر راتوں رات دفن کر دیا ۔

خلافت صدیقی میں علیؓ ، ابو بکرؓ کے ساتھ شروع سے پورا تعاون کرتے رہے ، اور مشوروں میں چاہے سیاسی اور نظم و نسقی ہوں یا فقہی اور علمی پورے شریک رہے ۔ مرتدین کے مدینہ پر یورش

کرنے کا خطرہ پیدا ھوا تو ابوبکر نے علیؓ، زبیر، طلحہؓ اور عبداللہ بن مسعود کو مدینے کے بیرون شہر سے آنے کے راستوں کی حفاظت کرنے بھیجا تھا(۱۵) ایک مرتد سردار ربیعه بن بجیر التغلبی کو جب خالد بن الولید نے شکست دی تو اس کی بیٹی کو لونڈی بناکر مدینه بھیجا ۔ یه حضرت علیؓ نے خریدی اور اسے ام ولد بنایا (۱٦)

خلافت فاروقی میں

ابن سعد (۳۔۱،ص۱۹٦) کے مطابق علیؓ اور طلحہؓ نے ابوبکر سے ان کے بستر مرگ پر ، گمنام شخص کی بطور ولی عہد بیعت لینے پر آکر پوچھا که کسے نامزد کیا ھے ؟ کہا : عمر کو دونوں نے کہا : خدا کو کیا جواب دوگے ؟ کہا : کیا تم مجھے خدا سے ڈراتے ھو ؟ میں اللہ اور عمرؓ کو تم دونوں سے زیادہ جانتا ھوں ، اور میں اللہ سے کھونگا که میں نے تیرے سب سے بہتر بندے کو خلیفه نامزد کیا ۔

مگر خلیفه بننے کے بعد عمرؓ کا برتاؤ ایسا رھا که کسی کو شکایت نه رھی ۔ دونوں ایک دوسرے کی انتہائی عزت کرتے تھے ، اور علیؓ نے اپنی چھوٹی بیٹی ام کلثوم بھی عمر سے بیاہ دی .

عمرؓ ان کی رائے کی بہت قدر کرتے تھے اور ایک آدھ بار تو فرط تعریف سے کہا : ,,علی نه ھوتے تو عمر ھلاک ھو جاتا ،، (۱۷) اسلامی سنہ کو ھجرت سے شروع کرنے کا مشورہ علیؓ ھی نے دیا تھا (۱۸)

شراب نوشی کی سزا بڑھا کر اسّی درے کرنے میں بھی علی کا مشورہ شریک تھا (۱۹). اھل قومس اور طبرستان وغیر نے جوابی حمله کیا تو عمرؓ کی مشاروت پر علیؓ نے کہا : ساری شامی فوج ادھر بھیجیں تو قیصر حمله کر دیگا ، ساری یمنی فوج بھیجیں تو حبشه حمله کر دیگا ، اس لئے ھر جگه سے وھاں کی ایک تہائی فوج بطور کمک

بھیجی جائے ۔ عمرؓ نے کہا : میری بھی یہی رائے تھی اور میں اوروں کا اتفاق چاہتا تھا (۲۰) بنی تغلب کے عیسائیوں سے لی جانے والی رقم کو جزیہ کی جگہ صدقہ کا نام بھی بمشورہ علیؓ دیا گیا (۲۱) مگر اختلاف بھی کرتے تھے ۔ حضرت علیؓ دیوان اور خزانوں کے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ ہر سال کی آمدنی اسی سال ختم کر دی جائے ، حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان کی رائے پسند کر کے دیوان قائم کیا (۲۲) دیوان بننے لگا تو علیؓ نے عمرؓ سے کہا : ,,آپ اپنے سے شروع کریں ،، ، مگر عمرؓ نے رسول اللہؐ کے خاندان اور حضرت عباس سے شروع کیا (۲۳) .

خلافت عمری میں علیؓ مدینہ کے قاضی رہے (۲۴)۔ اپنے بیرون عرب سفروں میں عمر نے کئی بار علی کو نائب بنا کر چھوڑا (۲۵)

حضرت عمرؓ نے ان کو سپہ سالار بنا کر شام بھیجنا چاہا مگر خود انہوں نے پسند نہ کیا ۔

خلافت عثمانی میں

حضرت عمرؓ کو قاتل نے مہلک طور پر زخمی کیا تو انہوں نے اپنے جانشین کو خود معین کرنے کی جگہ ایک شوریٰ (کمیٹی) کے سپرد کیا کہ اپنے ھی میں سے کسی کا انتخاب کر لے ۔ اس وقت عشرہ مبشرہ میں سے سات زندہ تھے جن میں سے سعید بن زید حضرت عمرؓ کے رشتہ دار تھے اس لئے وفور تقوٰی سے ان کو شوریٰ سے خارج رکھا ۔ مابقی چھ رائیں اگر آدھوں آدھ بٹ جائیں تو گتھی دور کرنے کے لئے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو ساتواں رکن اس صراحت سے بنایا کہ وہ صرف گتھی کی صورت میں رائے دیں ، اور ان کی رائے بھی معین کر دی کہ اس طرف ھو جدھر عبدالرحمن بن عوف ھوں۔

شوریٰ میں اولاً سوال یہ کیا گیا کہ کون امیدوار نہیں ہے ؟ ایسے چار شخص نکلے . اس پر امیدواروں سے کہا گیا کہ کسی ایک غیر امیدوار کو پنچ بنا لیں اور فیصلہ اس پر چھوڑ دیں . اس کے لئے عبدالرحمن بن عوف چنے گئے اور طبری کے الفاظ میں علیؓ اور عثمانؓ نے حلف لے کر کہا کہ ہم اس شخص کی بیعت کریں گے جس کی تم بیعت کرو حتیٰ کہ اگر تمہارا ایک ہاتھ تمہارے ہی دوسرے ہاتھ کی بیعت کیوں نہ کرے . مگر عبدالرحمن نے اس سے کوئی بے جا فائدہ نہ اٹھایا بلکہ کئی دن شہر میں دورہ کیا ، مقامی اور مسافر ، بوڑھے اور بچے ، مرد اور عورت ہر کسی سے رائے پوچھی اور سوائے دو افراد کے سارے لوگوں نے عثمانؓ کو ترجیح دی . پھر انہوں نے خلوت میں عثمانؓ اور علیؓ سے بھی اقرار لیا کہ اگر اس کا انتخاب نہ ہو تو وہ فوراً منتخبہ شخص کی بیعت کرلیگا : آخر میں مسجد نبوی میں مجمع عام میں منبر پر سے علی سے پوچھا : اگر تمہارا انتخاب کروں تو کیا قران و حدیث اور نظائر ابو بکرؓ و عمرؓ پر عمل کروگے ؟ انہوں نے کہا : قرآن و حدیث پر بے شک لیکن ابوبکرؓ اور عمرؓ کے نظائر پر امکان کی حد تک . اسی سوال پر عثمان نے غیر مشروط طور پر ہاں کہا . اس پر عبدالرحمن بن عوف نے انہیں کا انتخاب کیا ، اور لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے (٢٦) ۔

اس زمانے میں اولین مسئلہ عبیداللہ بن عمر کا تھا جنھوں نے اپنے باپ کے قتل کے سلسلے میں قاتل کے بعض ہموطن (ایرانیوں) کو اس لئے قتل کر دیا تھا کہ ان کے ہتھیار مہیا کرنے اور شریک سازش ہونے کی اطلاع ملی تھی ، مگر ایسے ایک شخص ، جفینہ ، کی ایک ننھی بچی کو بھی قتل کر دیاتھا۔ حضرت علیؓ نے قصاص کی رائے دی (٢٧)

مگر رائے عامه کے دباؤ پر که کل عمرؓ قتل هوئے آج ان کے بیٹے کو قتل کیا جا رہا ہے، عثمانؓ نے ان ایرانی مقتولوں کے رشته داروں کے اتفاق سے خون بہا پر مسئله ختم کیا ، اور خون بہا اپنی جیب سے دے دیا ۔

خلیفه هوتے هی حضرت عثمانؓ نے ,, لوگوں کی تنخواهوں میں سالانه ایک سو درهم اضافه کرنے کا حکم دیا ، اور صوبه جاتی شهروں سے (بیعت کے لئے) مدینه وفد بلائے اور ان کی ضیافت کی ، اور سب سے پہلے انهیں نے اس عمل کا آغاز کیا (۲۸) ،، ۔ ابتدائی پانچ چھ سال هردلعزیزی کے تھے ، وہ خزانه سے کوئی تنخواه نهیں لیتے تھے بلکه دادودهش هی کرتے تھے .

حضرت عثمانؓ پر اولین اعتراض حج کے زمانے میں منیٰ میں قصر کی جگه کامل نماز پڑھنے پر هوا . لوگوں کے کہنے پر حضرت علیؓ نے ان سے گفتگو کی مگر جواب سے وہ مطمئن نه هوئے (۲۹) . ممکن ہے انهوں نے سهو اور بے خیالی میں چار رکعتیں پڑھا دی هوں مگر انهوں نے کہا که ان کے اجتهاد میں وہ چار رکعت پڑھ سکتے هیں ۔

پھر حضرت ابوذرؓ کا قصه شروع هوا . ان کی رائے تھی که ایک رات اور ایک دن سے زیاده کا غذائی ذخیره گھر میں رکھنا حرام ہے، اور سونا اور چاندی بھی گھر میں رکھنا ناجائز ہے۔ مگر یه لفظی تعمیل تھی کیونکه تنخواه ملتے هی خود ابو ذر دراهم اور دنانیر کو تانبے وغیره کے فلوس میں تبدیل کر لیتے تھے اور اس کو گھر میں رکھنے میں حرج نه سمجھتے تھے۔ جب تک حضرت عمرؓ زنده تھے ، حضرت ابوذرؓ چپ رہے مگر اب اپنی رائے کو شدّ و مدّ سے ظاهر کرنے لگے اور لوگوں نے شکایتیں کیں تو مجبوراً ان کو حضرت عثمانؓ نے حکم دیا که

صحرا میں زبدہ نامی مقام پر رہو اور وہاں سے کہیں نہ جاؤ . ان کے مدینہ سے جاتے وقت حضرت علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ ان کو وداع کرنے کے لئے مشایعت کی ، جو حضرت عثمانؓ کی مخالفت پر محمول کی جا سکتی ھے -

سنہ ۳۴ میں ابن سبا کی سازش شروع ہوئی : اسی یہودی نے اس زمانے میں اسلام قبول کیا تھا پھر شہر شہر پھر کر کارستانی کی تنظیم کی (۳۰)، جو یہ تھی ہر شہر سے دوسرے شہر کے ایجنٹ کو خط جائے کہ ھمارے ھاں اسلام باقی نہیں ، گورنر علی الاعلان بدکاری کرتے ھیں ، نماز کوئی نہیں پڑھتا وغیرہ . یہ ایجنٹ شہر کی کسی چھوٹی مسجد میں ایسے خطوط وقتاً فوقتاً سب کو پڑھ کر سناتا . سارے لوگ کہتے : الحمد للہ ھمارے شہر میں ایسا بالکل نہیں ہے ، اور خیال کرتے کہ ساری دنیائے اسلام بگڑ گئی ہے ، صرف ان کا ایک شہر اچھا ہے اور ہر جگہ ایسا ھی ھوتا . رفتہ رفتہ حضرت عثمانؓ تک اطلاع آئی تو انہوں نے صحابہ کے مشورے سے ایک غیر جانبدار کمیشن بھیجا کہ ساری مملکت کا دورہ کرکے تحقیقات کرے . اس کا پول تو کھل گیا لیکن کچھ بھولے لوگ کمیشن کو سرکاری کمیشن سمجھ کر اپنی غلط فہمیوں میں غلطاں رہے تو حیرت کی جگہ نہیں ، خاص کر جب یہ نکتہ ابن سبا کے ایجنٹ ہر وقت یاد دلاتے رہتے . چنانچہ کمیشن کے ایک رکن عمار بن یاسر ابن سبا اور اس کے ساتھیوں کی شہادت کی بنا پر مصر کے گورنر کے متعلق مطمئن نہ ھو سکے . مزید برآں کمیشن کا بیان مدینے میں شائع ھوا ، بہ ظاہر اضلاع کو اس کی اطلاع نہ بھیجی گئی اور وہاں بدگمانیاں برقرار رہیں -

ایک مرتبہ شاکیوں نے حضرت معاویہؓ کے خلاف الزام لگا کر حضرت علیؓ کو گفتگو کے لئے مامور کیا . وھاں بھی بے بنیاد باتیں تھیں (۳۱) ۔ ان سازشیوں نےعلیؓ ، زبیرؓ ، طلحہؓ اور بی بی عائشہؓ کے نام سے سارے اضلاع میں خط بھیجے که عثمانؓ کے خلاف مسلح بغاوت کرو (۳۲) بی بی عائشه کے متعلق مسروق کی ایسی ھی روایت طبری کے ھاں بھی ہے۔

اب سنه ۳۵ ھ میں سبائیه لوگوں نے خانه جنگی کی کوشش کی . اس کے لئے بصرے کے لوگ طلحه کے پاس ، کوفی لوگ زبیر کے پاس اور مصری لوگ علیؓ کے پاس آئے اور کہا که تم عثمانؓ سے بہتر ھو ، ھماری بیعت قبول کرو ھم تمہیں خلافت دلاتے ھیں . ان تینوں نے ظاھر ہے که دھتکار کر ان کو ان کے اپنے اپنے ملک کو واپس جانے کا مشورہ دیا (۳۳) . مسلمان مؤرخ اس سے یه نتیجه اخذ کرتے رھے ھیں که سبائیه میں پھوٹ تھی ، لیکن ھماری رائے میں ابن سبا کا ماسٹر پلان ھی یه تھا ، اور وہ چاھتا تھا که نه صرف عثمانؓ قتل ھوں بلکه اس کے بعد طلحہؓ ، زبیرؓ اور علیؓ میں بھی خانه جنگیاں ھوں .مذکورہ بصری ، کوفی اور مصری وفد مدینه سے روانه تو ھو گئے لیکن تھوڑی دور جا کر پھر واپس آئے اور کہا که ھمارے قتل کے احکام سرکاری ڈاکیوں کے پاس سے برآمد ھوئے ھیں (۳۴) . حضرت علیؓ سے ان کی خفیه گفتگو ھوئی تھی ، ان کے نام حضرت عثمانؓ کو کیسے معلوم ھو گئے ، اور پھر سارے ھی ڈاک لیجانے والے کیسے پکڑے گئے ؟

ابن حجر (المطالب العالية ، نمبر ۴۴۳۸) نے ابن راھویه کی یه اھم اور معنی خیز روایت نقل کی ہے که حضرت عثمانؓ نے مصری گورنر کو بدلنے پر رضامندی ظاھر کی تو مصری وفد خوش خوش

واپس ہو گیا ، لیکن جب وہ مصر کے راستے میں تھا تو ایک اونٹ سوار (راکب) ملا جو ان کے قریب سے گزرتا پھر ان کو چھوڑ کر دور ہو جاتا ، پھر مکرر ان کی طرف آتا اور کچھ دیر بعد انہیں چھوڑ کر دور چلا جاتا ، اور مدنیوں کو گالیاں دیتا . مدنیوں نے کہا : تجھے کیا ہو گیا ہے ؟ تجھے کوئی خاص کام ہونا چاہیئے ، تیرا کیا حال ہے ؟ کہا : میں امیر المومنین کا خط مصر کے گورنر کے نام لے جا رہا ہوں . وفد نے اس کی تلاشی لی تو حضرت عثمانؓ کی طرف سے ان کی مہر لگا ہوا ایک خط مصر کے گورنر کے نام برآمد ہوا کہ ان مدنی لوگوں کو سولی چڑھائے ، یا قتل کرے ، یا ان کا مختلف جہتوں کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹے . یہ وفد مدینہ آ کر حضرت علیؓ کے پاس گیا اور کہا : دیکھا ؟ یہ اللہ کا دشمن (عثمانؓ) ہمارے متعلق فلاں فلاں بات لکھتا ہے ـ اب اس کا خون حلال ہو گیا . اٹھئے اور ہمارے ساتھ (اسے قتل کرنے) چلئے ». حضرت علیؓ نے فرمایا : خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ عثمانؓ کے خلاف نہیں چلونگا . انہوں نے کہا : ایسا ہے تو پھر آپ نے خط لکھ کر ہمیں کیوں بلایا ؟ فرمایا : خدا کی قسم ، میں نے تمہیں کبھی کوئی خط نہیں لکھا . اب وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے .

مصری گورنر کے خلاف شورش سب سے پرزور تھی ، کہ ابن سبا مصر ہی میں رہتا تھا ـ سازش سے ناواقف خلیفہ نے خیال کیا کہ عوام کو ٹھنڈا کرنے میں کوئی حرج نہیں . اسی لئے شورشیوں ہی سے پوچھ کر محمد بن ابوبکر کو (جن کی نامناسب حرکتوں کے باعث ان کی بہن ام المومنین عائشہ انہیں سخت نفرت سے دیکھتی تھیں) ، مصر کا گورنر بنا کر بھیجا . انہوں نے ہی راستے میں

اس سرکاری ڈاکیے کو پکڑا ، اور اس کے پاس سے جـــو خط برآمد کیا اس میں ان کی مصر آمد پر قتل کا حکم پایا گیا (۳۵)۔ سیوطی نے تدریب الراوی (ص ۱۵۱) میں لکھا ھے کـــه اس زمـــانے میں حـــروف پر نقطوں کا زیادہ رواج نہ تھا ، اور حسب دستور مصر کے گورنر کو پیشگی آگاہ کیا گیا کہ ایک نیا گورنر آرھا ھے ,,فاذا جاء کم فاقبلوہ ،، (جب وہ وھاں آے تو اس کو قبول کرو) ، لیکن نقطے نہ ھونے سے اسے ,,فاقتلوہ ،، (اسے قتل کر ڈالو) بھی پڑھا جا سکتا تھا ۔ اور محمد بن ابوبکر ایسا ھی پڑھ کر مدینہ واپس آئے اور شہر میں حضرت عثمانؓ کو بدنام کر کے ان کے خلاف تن من دھن سے کوشش میں لگ گئے . طـــبری نے لکھـــا ھے کـــه ســـارے مدینہ میں صرف تین شخص حضرت عثمان کے مخالف تھے ، محمد بن ابی بکـــر ، محمد بن ابی حذیفہ ، اور عمار بن یاسر . باغی (مصری) انھیں سے سازشیں کرتے رھے . (محمد بن ابی بکر کی غلط فہمی کی وجہ ھم ابھی اوپر دیکھ چکے ھیں ۔ محمد بن ابی حذیفہ کو یتیم ھونے کے باعث حضرت عثمانؓ نے بڑی محبت سے پرورش کیا تھا ۔ جوانی پر اس نے گورنری مـــانگی ۔ حضرت عثمانؓ نے ناموزوں پاکر انکار کیا . اس پر یہ ناشکرا ان کی جان کا دشمن ھوگیا . عمار بن یاسر جب مصر سے ابن سبا سے متاثر ھو کر آئے تو ایک بار حضرت عثمانؓ کے غلاموں نے ان کو مار پیٹ کی تھی اور اسے وہ کبھی بھول نہ سکے) . بہرحال مصری باغی اب مدینہ میں گھس آئے اور مسجد نبوی پر قبضہ کر لیا (۳۶)۔ ایک دن حضرت عثمانؓ جمعہ کا خطبہ دینے لگے تو ان لوگوں نے ان پر پتھراؤ کیا اور غشی کی حالت میں ان کو گھر لیجایا گیا (۳۷)۔ قبضۂ مسجد کے بیس دن بعد انھوں نے حضرت

عثمانؓ کو مسجد میں آنے اور نماز پڑھانے سے بھی روک دیا اور پھر باغیوں کا سردار الغافقی (جو غالباً یہودی النسل ھی تھا ، کیونکہ اس نے قرآن مجید کو لات ماری تھی ، دیکھو نیچے) ، امامت کرنے لگا (۳۸) امام حسن ، زید بن ثابت وغیرہ کئی لوگوں نے ان باغیوں سے جنگ کرنی شروع کی تو حضرت عثمانؓ نے اپنے مکان کے چھجے میں سے ان کو قسمیں دے کر ان کو گھروں کو واپس بھیجا (۳۹) حضرت عثمانؓ کی مدد کو ام المومنین ام حبیبہ آئیں تو قریب تھا کہ وہ مار ڈالی جاتیں ۔ بی‌بی‌عائشہ نے اپنے بھائی محمد کو لعنت ملامت کر کے واپس کرنا چاھا مگر اس نے نہ مانا . حضرت علیؓ بھی آ کر باغیوں کو سمجھانے لگے ، مگر کسی نے ان کی بات نہ مانی (۴۰) اس صورت حال پر طلحہؓ اور زبیرؓ گھبرا کر خانہ نشین ھو گئے محصور ہونے کے باوجود حضرت عثمانؓ نے (۴۱) نہ چاھا کہ مدینہ کے لوگ حج کو نہ جائیں بلکہ اصرار کر کے ابن عباس کو امیر الحج بنا کر بہت سے باشندوں اور امہات المومنین کے ساتھ مکہ بھجوایا (۴۲) ، (طبری ص ۱۱ ۔ ۳) حضرت عثمانؓ کا گھر مضبوط و مستحکم تھا ، اور اس کا دروازہ توڑا نہ جا سکا تو اسے اور چھجے کو باغیوں نے آگ لگا کر منہدم کیا ، پھر اندر گھسے ۔ حضرت عثمانؓ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے . غافقی نے قرآن مجید کو لات ماری (۴۳) اور معصوم خلیفہ کو شہید کر دیا گیا .

قتل کے بعد بھی دشواریاں کم نہ ھوئیں : عثمانؓ کو اسلامی قبرستان جنت البقیع میں دفن کرنے نہ دیا گیا اور کہا کہ ان کو غیرمسلموں کے قبرستان میں دفنایا جائے . آخر مشکل سے جنت البقیع کے باھر ایک سادہ زمین میں ان کو دفن کیا جا سکا جس میں حضرت

علیؓ نے بھی مدد دی . اموی خلافت کے زمانے میں وہ مقام جنت البقیع میں داخل کر دیا گیا .

خلافت علیؓ

باغیوں نے نوے سالہ اور روزہ دار حضرت عثمان کو تلاوت قرآن کرتے وقت شہید تو کر دیا لیکن رائے عامہ کے رد عمل سے گھبرائے اور چاھا کہ کسی طاقتور شخصیت کے پیچھے اپنے کو چھپائیں . سب سے ممتاز حضرت علیؓ تھے ۔ پہلے وہ انھیں کے پاس آئے لیکن وہ روپوش ہونے کی کوشش کرتے رھے . یہی حال طلحہؓ اور زبیرؓ کا تھا ۔ اس پر وہ سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچے ۔ انھوں نے قطعاً انکار کیا ۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے ، اور وھاں بھی انکار ھی ملا . اس پر وہ گھبرائے کہ اگر اپنے ھم وطنوں کے پاس ان حالات میں جائیں تو ھماری خیر نہیں . طبری کی روایت میں ھے کہ اس پر سارے بزدلوں کی طرح انھوں نے کمزوروں پر دباؤ ڈالا اور عام اھل مدینہ کو دھمکی دی : ھم تمھیں تین دن کی مہلت دیتے ھیں ، اگر کسی موزوں شخص کو خلافت قبول کرنے پر تم آمادہ نہ کر سکو تو ھم علیؓ ، طلحہؓ ، زبیرؓ اور بہ کثرت عوام کا قتل عام کرینگے ۔ یہ طریقہ کارگر ھوا ، اور خود اھل مدینہ حضرت علیؓ سے الحاح و اصرار کرنے لگے . وہ انکار پر ڈٹے رھے تو طلحہ پھر زبیر کے پاس گئے اور ان کے انکار پر مکرر حضرت علیؓ ھی کے پاس آ کر رونے لگے : تمھیں اللہ کا ڈر نہیں ، تمھیں ھم پر رحم نہیں آتا ؟ اھل مدینہ اور باغیوں کی الحاح وزاری پر انھوں نے معذرت پر اصرار کرتے ہوئے کہا : ,,تمھیں معلوم ہونا چاھئیے کہ اگر میں تمھاری بات کو مان لوں تو تمھیں اپنی مرضی کے مطابق چلاؤنگا اور کسی کی

بات یا عتاب کی پروا نہ کرونگا ۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو تو تمھارے میں سے ایک کی طرح رھونگا اور جس کو تم امیر بناؤ اس کا شاید تم سب سے زیادہ ھی مطیع اور بات ماننے والا رھونگا ۔ اور میں تمھارے لئے امیر کی جگہ وزیر رھوں تو تمھارے ھی لئے زیادہ بہتر ھے ،، (۴۳) سب نے کہا آپ کی شرطیں منظور ھیں ۔ اس پر فرمایا : اچھا تو کل مجمع عام میں بیعت ھو گی ۔ باغیوں نے آپس میں سوچا : اگر علیؓ کے ممکنہ رقیبوں کو بھی ان کی بیعت پر مجبور کر دیں تو استقامت حاصل ھو جائیگی ۔ چنانچہ زبیر کو ان کے کوفی دوست ، اور طلحہ کو ان کے بصری دوست بلا کر لائے اور علیؓ کی بیعت کرائی ۔ دوسرا دن جمعہ کا تھا ۔ اطلاع ملنے پر لوگ سویرے ھی سے مسجد میں جمع ھونے لگے . حضرت علیؓ آ کر منبر پر چڑھے اور حاضرین سے مخاطب ھو کر پوچھا : لوگو ! میں علی الاعلان کہتا ھوں یہ (خلافت) تمھارا کام ھے ، جس کے سپرد تم کرو اس کے سوا کسی اور کو اس پر حق نہیں ۔ کل ایک سمجھوتے پر ھم نے باتیں ختم کی تھیں ۔ اگر تمھاری خواھش ھو تو میں (بیعت کے لئے یہاں) بیٹھتا ھوں ، ورنہ مجھے کسی کے خلاف کچھ رنج نہ ھوگا ۔ اس پر بیعت شروع ھوئی ۔ ,,پہلے طلحہ بہ جبر لائے گئے اور انھوں نے کہا : میں اکراہ کے تحت بیعت کرتا ھوں (بعد میں حضرت علیؓ بھی اسے تسلیم کرینگے : ھم نے ان کو اتحاد پر مجبور کیا ، انتشار پر نہیں) ۔ پھر زبیر بھی لائے گئے ۔ اس کے بعد ان لوگوں کو لایا گیا جو پیچھے رہ گئے تھا (تخلّفوا ۔ اس سے مراد غالباً عبداللہ بن عمر ، زید بن ثابت ، اسامہ بن زید ، صہیب وغیرہ ھیں جو فتنے کے زمانے میں غیر جانبدار رھنا چاھتے تھے اور باغیوں کی تلواروں کے سائے میں

انتخاب سے خوش نہ تھے) ، اور انھوں نے کہا : ہم اس بات پر بیعت کرتے ھیں کہ کتاب اللہ کو قریب اور بعید ، قوی اور ذلیل سب پر نافذ کیا جائے ۔ علیؓ نے ان سے اس پر بیعت کی ۔ پھر عوام الناس اٹھے اور بیعت شروع کی » ۔

بیعت کی رسم ختم ھونے کے بعد ، ابن کثیر (بدایہ ، ۷ ۔ ۲۲۷ تا ۲۲۹) کے مطابق طلحہ ، زبیر اور دیگر اکابر صحابہ ان کے پاس آئے اور قاتلین عثمانؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا ۔ انھوں نے کہا ان (باغیوں) کے پاس بڑی قوت ھے ان کے خلاف فی الوقت فوراً کچھ نہیں کیا جا سکتا ۔ اس پر حضرت زبیرؓ نے کہا : مجھے کوفہ کا والی بناؤ میں وھاں سے فوجیں لے کر آتا ھوں ۔ اسی طرح حضرت طلحہؓ نے کہا : مجھے بصرہ کا والی بناؤ تاکہ وہ وھاں سے فوجیں لا کر ان خوارج (یعنی باغیوں) اور جاھل بدویوں کے مقابلے کے لئے قوت حاصل ھو ۔ کہا : میں غور کرونگا ۔ ابن عباس نے مشورہ دیا کہ سارے پرانے والیوں کو امن قائم ھونے تک ان کی خدمتوں پر بحال رکھا جائے ، خاص کر حضرت معاویہؓ کو شام کے صوبہ پر ۔ علیؓ نے کہا میری یہ رائے نہیں ھے ۔ خاص کر معاویہ کے متعلق تو قطعاً نہیں ۔ پھر شام کی گورنری ابن عباس کو پیش کی مگر انھوں نے انکار کیا ۔ پھر سہل بن حنیف کو وھاں نامزد کر کے بھیجا ، مگر معاویہ کی سوارہ فوج کے رسالے نے تبوک ھی سے انھیں واپس کر دیا ۔ مصر پر قیس بن سعد کو نامزد کیا ، مگر وھاں والوں نے اسے نہ مانا ۔ اھل بصرہ نے بھی نئے گورنر کو قبول نہ کیا ۔ عمارہ بن شہاب کو کوفہ بھیجا تو راستے میں طلحہ بن خویلد نے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرتے ھوئے اس کو آگے جانے نہ دیا ۔ والی کوفہ ابو موسیٰ اشعری نے علیؓ کو

اهل کوفے کی بڑی اکثریت کی بیعت بھیجی بلاذری (انساب) کے مطابق خود اهل مکه نے بھی بیعت سے انکار کیا ۔ غرض انتشار پھیل گیا ۔

عوام نے حضرت علیؓ سے بڑی توقع کی لیکن دن گذرتے گئے اور قاتلین عثمان کے خلاف کچھ بھی نه ھونے سے ان کی مقبولیت روز بروز متاثر ھوتی گئی ۔

اس پر طلحهؓ اور زبیرؓ مکه چلے گئے اور امہات المومنین سے جو وھاں سخت تاسف و تاثر کی حالت میں تھیں کہا که ھم حضرت عثمان کا بدله لینگے ۔ طلحه کا بصره میں بڑا اثر تھا ۔ وھاں کا قصد کیا تو بی بی عائشه نے ساتھ جانے پر رضامندی ظاھر کی ۔ بی بی حفصه بھی آماده تھیں لیکن ان کے بھائی عبداللہ بن عمر نے روکا اور کہا میں ساتھ نه آؤنگا ۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کے بصره جانے میں وھاں کے خزانے اور چھاؤنی کی اھمیت کے باعث خانه جنگی کا خطره محسوس کیا ، اور مدینه سے روانه ھوئے که ان سے پہلے خود بصره پر قبضه کر لیں ۔ ابن سبا بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے ھمراه بصره روانه ھوا ۔ حضرت علیؓ نے والی کوفه ابو موسیؓ اشعری کو کمک بھیجنے کا حکم روانه کیا ۔ صریح احادیث نبویه کی یاد میں وه خانه جنگی روکنے کے لئے اپنے علاقے کے رضا کاروں کو باھر نه جانے کی تاکید کرتے رھے ۔ حتیٰ که جب امام حسن نے آکر مسجد میں لوگوں کو ساتھ چلنے کا مشوره دیا تو بھی وه اپنی امن پسندی سے باز نه آئے ۔ اس پر حضرت علیؓ نے انھیں فوراً خدمت سے معزول کر دیا ، اور اس متقی گورنر نے کوئی مخالفت نه کی بلکه خدمت کا خاموشی سے جائزه دے کر صحرا نشین ھو گئے ۔

حضرت علیؓ بھی عراق پہنچے اور حضرت طلحہ و زبیر و عائشہ بھی ۔ جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو بہت سے سربرآوردہ مسلمان اس خانہ جنگی کو روکنے کی کوشش کرنے لگے . واقعہ یہ ھے کہ بہت سی بدگمانیاں اور غلط فہمیاں تھیں : حضرت علیؓ خیال کر رھے تھے کہ حضرت عائشہ و طلحہ ان کے شخصی مخالف ھیں ۔ فریق ثانی کو گمان تھا کہ حضرت علیؓ کا شہادت عِثمانی میں ھاتھ ھے جس کی وجہ سے وہ ان قاتلین عثمانؓ کو بھی جو ان کی اپنی فوج میں ھیں سزا دینا نہیں چاھتے ۔ جب غیر جانبدار بیچ میں پڑے تو غلط فہمیاں دور ہوگئیں اور مصالحت مکمل ہوگئی (۴۵) ابن سبا اور اس کے ساتھی گھبرائے کہ اب ان کی خیر نہیں ۔ اس پر بڑی رات گئے اس گروہ نے حضرت عائشہؓ کے پڑاؤ کی طرف سے آکر حضرت علیؓ کی غافل اور مطمئن فوج پر ھلّہ بول دیا ۔ حضرت علیؓ نے فطرۃً گمان کیا کہ حضرت طلحہؓ نے غداری کی ھے ۔ جب انھوں نے مدافعت میں جوابی حملہ کیا تو اب حضرت عائشہ اور طلحہ کو بھی مماثل گمان ہوا ، اور جلدی ھی دونوں فوجیں گتھ گئیں ۔ حضرت عائشہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر پوری جوانمردی سے معرکہ میں شریک ہوئیں ، اور اسی لئے اس لڑائی کو جنگ جمل کا نام دیا گیا ھے ۔ لڑائی دیر تک جاری رھی . اس اثنا میں حضرت علیؓ نے طلحہ و زبیر کو پیام بھیجے ، اور یہ دونوں اس سے اتنا متاثر ہوئے کہ فوج چھوڑ کر صحرا میں پناہ گزین ہونے چلے گئے ، لیکن بعض مخالفین نے بظاھر ناواقفیت میں ان کو راستے میں مار ڈالا . ان کے جانے پر فریق ثانی کی فوج کمزور ہوگئی ۔ حضرت عائشہ کے ساتھی ، غلط فہمی میں ، انتہائی بہادری سے لڑے مگر آخر

مغلوب ہوگئے ۔ (تنبیہ مسعودی کے مطابق اصحاب الجمل میں سے تیرہ ہزار آدمی مارے گئے جن میں سے قبیلہ ازد ہی کے چار ہزار تھے) ۔

حضرت علیؓ نے اسلامی شرافت کا برتاؤ کیا : بھگوڑوں کے تعاقب سے روکا ، مجروحین کو قتل کرنے سے منع کیا ، مال غنیمت میں سے سرکاری سامان اور ہتھیار تو ضبط کر لئے لیکن باقی سامان مالکوں یا ان کے وارثوں کو واپس کرنے کا حکم دیا (اور لوگ رفتہ رفتہ عرصہ دراز تک آ کر اپنا سامان پہچان کرلیجاتے رہے) . عورتوں کی عصمت بچائی ۔ یہودی غنڈوں کو یہ اچھا نہ لگا تو حضرت علیؓ نے بگڑ کر ڈانٹا : کون ہے جو ام المومنین عائشہ کو لونڈی بنا کر ان کی عصمت دری کرنے پر آمادہ ہے ؟ پھر حضرت عائشہؓ کو پوری عزت و حرمت سے ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر اور دیگر معتمد علیہ لوگوں کی حفاظت میں مدینہ واپس بھیجنا چاہا ۔ حضرت عائشہ اتنا متاثر تھیں کہ انھوں نے شکر گذاری میں کہا ، میں تمھارے ساتھ رہ کر اہل شام کے مقابلے کے لئے جانا چاہتی ہوں ۔ مگر حضرت علیؓ نے ان کو اصرار سے مدینہ واپس بھیج ۔

اس پہلی فتح پر حضرت علیؓ کی پوزیشن کافی مستحکم ہو گئی اور حرمین اور عراق ہی نہیں ، خراسان ، آذربیجان ، بلاد الجبل ، یمن اور مصر نے بھی بیعت کر لی ۔ لیکن بصرہ کے بیت المال کو بہر حال انھوں نے سیاسی اغراض کے لئے استعمال کیا اور اس کی ساری رقم اپنی فوج کو انعام میں دیدی . ہر شخص کو پانچ پانچ سو درہم ملے ۔ اور وعدہ کیا کہ دمشق کا خزانہ بھی ان کو بانٹینگے ۔

اب انھوں نے شام کی طرف توجہ کی اور طویل خط و کتابت ہوتی رہی ۔ (اس کا بڑا حصہ نہج البلاغہ میں محفوظ ہے) ۔

بلاذری (انساب ، مخطوطہ استانبول ، ۱ ـ۳۴۴) کے مطابق المسور بن مخرمہ الزہری کے ہاتھ حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کو یہ خط بھیجا : ,,لوگوں نے مشورہ کئے بغیر عثمانؓ کو مار ڈالا ہے ، پھر میری بیعت کی ہے ـ تم بھی بیعت کر لو ، اللہ تم پر ، توفیق دیتے ہوئے ، رحم کریگا ، اور میرے پاس شام کے شرفاءکا وفد ساتھ لے کر آؤ ـ لیکن معاویہ کے لئے گورنری کا کوئی ذکر نہ کیا " ـ اولاً معاویہ نے کہلا بھیجا کہ قاتلین عثمانؓ کو ان کے رشتہ داروں کے سپرد کرو ، اور خلافت کو شوریٰ بناؤ تاکہ لوگ آزادی سے کسی کا انتخاب کر سکیں ـ ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ رد کر دیا ـ طبری ، نہج البلاغہ وغیرہ میں مندرج خطوط کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے حضرت علی کا واحد استدلال یہ تھا کہ وہ رسول اکرمؐ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور نبوت و خلافت ایک ہی جگہ رہ سکتی ہیں (یعنی وراثت)

اور یہ کہ انتخاب کا حق صرف اہل مدینہ کو ہے ، صوبہ جات کو صرف اطاعت کرنی چاہئے ـ اور کسی خط میں خفیف سے خفیف اشارہ بھی اس طرف نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے انہیں ولی عہد نامزد کیا ہو ـ (فضائل علیؓ کی حدیثوں سے علیؓ پسند لوگ اب جو استنباط کرتے ہیں کیا وہ بعد کی چیزیں ہیں ؟) ان کا معاویہ کے متعلق قول کہ وہ طلقاء فتح مکہ میں سے ہونے کے باعث خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے ، وہ بھی بعد والوں کی ایجاد ہے ـ حضرت ابو سفیانؓ نے فتح مکہ سے قبل رسول اکرمؐ کے پڑاؤ میں اسلام قبول کیا

اور حضورؐ نے اعلان کرایا : جو کوئی ابو سفیانؓ کے مکان میں چلا جائے اسے امن رہیگا ـ معاویہ کے اس سے بھی سال بھر قبل اسلام لاچکے ہونے کی روایت کو قبول نہ بھی کیا جائے تو ، اس فرمان

نبوی کے باعث معاویہ نہ غلام بنے اور نہ آزاد کئے گئے (طلقاء کے معنے ھیں : تمھیں چھوڑ دیا جاتا ھے ، مواخذہ نہیں کیا جاتا ، یہ نہیں کہ آزاد کیا جاتا ھے ، اگر وہ آزاد کردہ غلام بھی ھوتے تو حضرت عمرؓ کے نزدیک سالم مولی ابی حذیفہ کے خلیفہ بن سکنے کی موزونیت بھی اس استدلال کے خلاف پڑیگی) ۔

جب باتوں سے کام نہ بنا تو آخر العلاج الکیّ ، دونوں طرف سے فوجیں آگے بڑھنے لگیں ۔ علیؓ کے ساتھ نوے ہزار ، اور معاویہ کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی ، صفین پہنچ کر ایک سو دس دن تک آمنے سامنے پڑی رھیں اور اس اثنا میں صرف چپقلشیں ھوتیں اور فریقین میں قرّاء بیچ میں پڑ کر لڑائی سے روکتے رھے : یہ لوگ قرآن لے کر دونوں فوجوں کے مابین بیٹھ جاتے اور کسی کو جرأت نہ ھوتی کہ قرآن پڑھنے والوں کو روندتے ھوئے جائیں ۔

آخری معرکے سے قبل چند ضمنی امور کا ذکر بےجا نہ ھوگا : معاویہ جیسے فقیہ اور امن پسند صحابی نے حضرت علیؓ سے کیوں مخالفت کی ؟ خود ان کا بیان ھے کہ رسول اللہؐ نے میری حکمرانی کی پیشینگوئی فرمائی اور تاکید کی کہ اگر میں اس رتبے پر پہنچوں تو درگذری کو اپنی عادت بناؤں ۔ جب سے میں نے یہ سنا مجھے خلافت کی تمنا رھی (ابو بکرؓ ، عمرؓ اور عثمانؓ کے انتخاب کے وقت کسی چناؤ کا سوال نہ تھا) ۔ ایسی ساری حدیثیں ازالۃ الخفا (۱ ۔ ۱۴۸ ، ۱-۱۵۳ تا ۱۵۴ ، ۱۶۹) میں جمع کر دی گئی ھیں : ترمذی میں ھے : ,,اے اللہ تو اس (معاویہ) کو ھادی اور مہدی بنا اور اس کے ذریعے سے ھدایت دے ،، ۔ ابن سعد اور ابن عساکر میں ھے: ,, اے اللہ تو اسے کتاب (قرآن) سکھا ، اسے ملک میں متمکّن کر ، اور اسے عذاب سے بچا ،، ۔ وغیرہ ۔

سیاسی نقطۂ نظر سے : اس اثنا میں خراسان اور ترکستان کی سرحد بظاہر پر امن رہی ، اور مصر میں بھی بیرونی حملہ کا خطرہ نہ پایا گیا ۔ رومی شہنشاہ قسطنط Constant نے فائدہ اٹھانا چاہا : اپنی سابق رعایا کو مسلمانوں سے بغاوت پر ورغلایا ، اور حملہ کرنے کی تیاری شروع کی ۔ شام میں معاویہ کے حسن انتظام سے عیسائی رعایا کو مذہبی متعصب بیزنطینی حکومت کا جوّا دوبارہ گلے میں ڈالنے کی کوئی خواہش نہ تھی (اور ایسی مثالیں صدیوں تک ملتی رہیں کہ غیرفرقے کے عیسائیوں کے ماتحت بننے پر یہ لوگ مسلمانوں کی ماتحتی کو ترجیح دیتے رہے ، حتیٰ کہ حروب صلیبیہ کے زمانے میں بھی) ۔ مگر فریس معاویہ کسی پہلو کو نظر انداز نہ کرتے تھے: انھوں نے ایک طرف قسطنط کو لکھا کہ اگر وہ حملہ کرے تو وہ علیؓ سے صلح کر کے علیؓ کی فوج کے مقدمۃ الجیش میں رہ کر اس کا مقابلہ کرینگے (۳۶) ۔ اور ساتھ ھی اسے پیشکش کی کہ اگر وہ پرسکون رہے تو اسے معقول رقم ,,خراج ،، میں دینگے ۔ یہ نرم و گرم جوڑ توڑ کارگر رہا ۔

صفین میں آخر جب لڑائی ہوئی تو آخری دن حضرت علیؓ کو غلبہ ہوگیا اور قریب تھا کہ ان کی فتح پر جنگ ختم ہو جائے ۔ اس وقت فریق ثانی نے مہلت حاصل کرنے کی ایک جذباتی تدبیر کی : قرآن مجید کے کوئی پانچ سو نسخے سپاہیوں نے نیزوں کی نوک پر باندھ کر بلند کئے ، اور دمشق کا حضرت عثمانؓ کا روانہ کردہ مصحف اعظم بھی جو اتنا بڑا تھا کہ پانچ نیزوں پر باندھا گیا اور اسے پانچ سپاہیوں نے اٹھایا ۔ اور مطالبہ کیا کہ فریقین قرآن پر عمل کریں ۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی ۔ یہودی تو نہیں ، لیکن خارجی جو

حضرت علیؓ کی فوج میں کافی تھے ، قرآن پر وار کر نہیں سکتے تھے۔ جب انھوں نے مقدمہ الجیش کے کمانڈر مالک الاشتر کو روکنے میں کامیابی حاصل نہ کی تو براہ راست حضرت علیؓ کو مجبور کیا ۔ لڑائی میں کچھ یہودی مارے بھی گئے ہونگے لیکن وہ بہرحال اپنے کو کٹانے کے زیادہ خواہشمند ہو نہیں سکتے تھے ۔ اصل جوش اور خلوص یمن کے قرّاء اور خوارج میں تھا اور انھیں کی جانبازی سے علیؓ کو فتح حاصل ہو سکی تھی ۔ ان کے اس دیندارانہ مطالبہ کو وہ اب رد کر نہیں سکتے تھے ۔ ان کو سمجھانے کی کوشش میں جب وہ کامیاب نہ ہوئے تو مالک الاشتر کو ھتھیار روکنے اور واپس آنے کا حکم دیدیا ۔

حضرت علیؓ کی کامل فتح میں بھی ابن سبا و شرکا کو دغدغہ تھا ۔ ان لوگوں نے فوراً دونوں فریقوں میں ایجنٹ پھیلائے اور دونوں کی مہربانیاں حاصل کرنے کی کوشش کی ۔ چنانچہ ایک یہودی تھا اشعث بن قیس کندی (۴۷) ، سات پشت کا غدار ابن غدار ، کچھ عرصہ بعد اسی کی بیٹی سے امام حسن نے نکاح کیا مگر اس نے انھیں زہر دیدیا ۔ غرض اسی الاشعث بن قیس نے دوا دوی کر کے اور بیچ میں پڑ کر فریقین میں "صلح" کرائی تاکہ جنگ کبھی ختم نہ ہونے پائے ۔ وہ مصالحت یہ تھی فریقین ایک ایک حکم نامزد کریں ، اور دونوں حکم باھم گفتگو کر کے قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ سنائیں ۔ عہدنامہ لکھا گیا تو فریقین کے ممتاز لوگوں نے اس پر دستخط کئے ، اشعث نے بھی علیؓ کی طرف سے دستخط کرنے کی عزت حاصل کی ، پھر اس کا نسخہ لے کر دستہ بہ دستہ گھومتا رہا تاکہ لوگوں کو اپنی کارگزاری بتائے کہ کتنی اچھی اور دیندارانہ

شرائط کے تحت صلح ہوئی ہے (اگرچہ بعض خارجیوں کا اختلاف اسی وقت سے شروع ہو گیا) ۔ معاہدۂ تحکیم ہم یہاں کاملاً درج کرتے ہیں (متن کے لئے الوثائق السیاسیة ، نمبر ۲۷۲) . کچھ اختلاف روایات بھی ہے ، لیکن قدیم ترین متن دینوری کی الاخبار الطوال میں ہے ، جو یہ ہے :

۱) یہ علیؓ بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے ہم خیالوں نے ، باہمی قبول کی ہوئی چیزوں کے تحت ، فیصلہ کیا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت نبویہ کے مطابق حکم دیا جانا چاہئیے ۔

۲) علیؓ کے فیصلہ کی موجود و غائب (سارے) اہل عراق پر (پابندی) ہے ، اور معاویہ کے فیصلہ کی موجود و غائب اہل شام پر ۔

۳) ہم نے باہم رضامندی سے قبول کیا ہے کہ قرآن شروع سے آخر تک جو حکم دیتا ہے اسی پر توقف (عمل) کیا جائیگا : جسے وہ زندہ کرتا ہے ، ہم زندہ کرینگے ، جسے وہ مار ڈالتا ہے ہم بھی مار ڈالینگے ۔ اسی (شرط) پر ہم نے باہم فیصلہ کیا اور باہمی رضامندی دی ہے ۔

۴) علیؓ اور اس کے ہمخیالوں نے عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری) کو ناظر اور حکم بنانے پر رضامندی دی ہے ، اور معاویہ اور اس کے ہمخیالوں نے عمرو بن العاص کو ناظر اور حکم بنانے پر ۔

۵) علیؓ اور معاویہ دونوں نے عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص سے اللہ کا عہد و میثاق و ذمہ اور رسول خدا کا ذمہ لیا ہے کہ وہ قرآن کو اپنا امام بنائینگے اور اس میں جو چیز لکھی ہوئی ملے اس کو چھوڑ کر کسی اور طرف نہ جائینگے ۔ اور انہیں جو چیز وہاں نہ ملے تو رسول اللہؐ کی متحد کنندہ سنت کی طرف رجوع کرینگے ۔ اور

اس کی عمداً ھرگز نہ خلاف ورزی کرینگے اور نہ اس میں کوئی مشتبہ چیز تلاش کرینگے ۔

٦) عبداللہ بن قیس اور عمر و بن العاص نے علیؓ اور معاویہ سے اللہ کا عہد و میثاق لیا ھے کہ یہ دونوں کتاب اللہ و سنّت نبویہ میں (موجود چیز) کے ذریعہ سے جو حکم دینگے اس کو وہ قبول کرینگے اور انھیں یہ حق نہ ھو گا کہ اس (فیصلۂ تحکیم) کو توڑیں اور اس کے خلاف کسی اور چیز کی طرف جائیں ۔

۷) ان دونوں کو تحکیم کے بارے میں جان و مال ، بال و پوست اور اھل اولاد کے متعلق امن رھیگا ۔ یہ دونوں حق بات سے تجاوز نہ کرینگے چاھے وہ کسی کو پسند آئے یا ناگوار گذرے ۔ ساری امّت ان دونوں کی ، ان کے کتاب اللہ (میں مندرج اور اس) کے مطابق کئے ھوئے فیصلہ کے متعلق ، مددگار ھوگی ۔

۸) اگر دونوں حکموں میں سے کوئی تحکیم کے طے ھونے سے قبل فوت ھو جائے تو اسی کی پارٹی اور اسی کے مددگار اس کی جگہ کسی اور صاحب عدل و صلاح شخص کا انتخاب کرینگے ۔ اور اس پر بھی اسی عہد و میثاق کی پابندی ھو گی جیسا کہ اس (متوفی) رفیق پر تھی ۔

۹) اور اگر اس عہدنامۂ تحکیم میں بیان کردہ مدت کے اندر دونوں امیروں (علیؓ و معاویہ) میں سے کوئی فوت ھو جائے تو اسی کے ھمخیال اس کی جگہ اس شخص کو والی بنائینگے جس کی عدالت پر وہ رضامند ھوں ۔

۱۰) فریقین پر یہ فیصلہ ، اور گفت و شنید ، اور ھتھیار روکنا نافذ ھوتا ھے ۔

(۱۱) اس فیصله نے وہ چیز واجب کر دی ھے جس کا اس تحریر میں ہم نے ذکر کیا ھے کہ دونوں امیروں ، دونوں حکموں ، اور دونوں فریقوں پر کیا شرط عائد ھوگی ۔ اللہ سب سے زیادہ قریبی گواہ ھے اور اسی کی گواھی کافی ھے ۔ اگر دونوں (حکم) اس کے خلاف کام کریں اور تعدی کریں تو ساری امّت ان کے حکم سے اپنے کو بری قرار دیتی ھے پھر ان کے لئے نہ (حفاظت) کا عہد برقرار رھیگا نہ ذمہ۔

(۱۲) سارے لوگوں کو مدت کے ختم ھونے تک جان ، مال ، اولاد اور اھل کے بارے میں امن رھیگا ۔ہتھیار ڈال دئے جائینگے ۔ راستے پر امن رھینگے ۔ فریقین کے غائب (غیر موجود) لوگوں کو بھی وھی (حق) حاصل ھوگا جو حاضر لوگوں کو ھے ۔

(۱۳) دونوں حکموں کو حق ھوگا کہ اس مقام پر قیام کریں جو اھل عراق اور اھل شام کے مابین متوسط اور مساوی فاصلے پر ھو۔

(۱۴) ان کے پاس سوائے اس کے کوئی جانہ سکے گا جس کو وہ پسند کریں اور راضی ھوں۔

(۱۵) مدت ماہ رمضان کے ختم ھونے تک ھے ۔ اگر دونوں حکم تحکیم کو اس سے قبل ھی کرنے کی رائے رکھیں تو وہ ایسا کر سکتے ھیں ۔ اور وہ مدت کے آخر تک تاخیر کرنا چاھیں تو تاخیر بھی کر سکتے ھیں ۔[1]

(یہ آخری جملہ بلاذری اور جاحظ کے ھاں : ,,مدت کے آخر تک ,, کی جگہ علی الترتیب یوں ھے : تاخیر کرنا چاھیں تو تاخیر بھی کر سکتے ھیں ,, اور ,,تاخیر کرنا چاھیں تو دونوں حکم باھمی رضامندی سے تاخیر بھی کر سکتے ھیں ,, ۔ بہ ظاھر یہی صحیح ھے کیونکہ تحکیم کو کوئی ڈیڑھ سال لگا ۔)

۱۶) اگر مدت کے آخر تک بھی یہ دونوں حکم کتاب اللہ اور سنت نبویہ کے مندرجات کے مطابق تحکیم نہ کر سکیں تو فریقین اپنی سابقہ حالت پر عود کر آئینگے ۔

۱۷) ساری امت پر اس بارے میں اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ وہ ہر اس شخص کے ، جو اس بارے میں الحاد ، ظلم اور پھوٹ چاہے، خلاف ہو کر ایک ہاتھ بن کر مقابلہ کرینگے ۔ " (تمت)

متن میں تاریخ نہیں ہے ، جو ۱۷ صفر سنہ ۳۷ ھ کہی جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے چاہا تھا کہ ان کا نمائندہ ان کے سیاست دان چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس یا کمانڈر مالک الاشتر ہوں لیکن امن پسند قرّأ نے کہا کہ ابن عباس غیرجانبدار نہ رہینگے اور مالک الاشتر ہی فساد کی جڑ ہے اور مجبور کیا کہ ابو موسیٰ اشعری جیسے خدا ترس متقی کو، جو خانہ جنگی کو روکنے کی ناکام کوشش کر بھی چکے تھے ، معین کیا جائے ۔ حضرت علیؓ کو ماننا پڑا۔

ظاہر ہے کہ قرآن مجید کوئی پیشینگوئیوں کی کتاب نہیں کہ اس میں حضرت علیؓ یا ان کے مخالفین کے متعلق کوئی صراحت اس خانہ جنگی کے متعلق ملے ۔ مقتول کے وارثوں کو قاتل کے قتل کر سکنے کا حق ضرور بیان ہوا ہے ، لیکن جھگڑا اس پر نہ تھا کہ قاتلین عثمانؓ کے متعلق کیا برتاؤ کیا جائے ۔ دونوں قصاص پر متفق تھے ۔ بلکہ یہ کہ خلافت کے مستحق اس زمانہ میں علیؓ ہیں یا معاویہ ؟ اب قرآن و حدیث کی جگہ محض اجتہاد اور صوابدید کا مسئلہ تھا کہ جائز خلیفہ حضرت عثمانؓ نے چونکہ کسی کو ولی عہد نامزد نہیں کیا تھا اس لئے نئے خلیفہ کا انتخاب کس طرح ہو ؟

حکموں کے مجتمع ہونے کے مقام کے متعلق اذرح اور دومة الجندل

دونوں کا ذکر آتا ھے ۔ اس کی وجه بلاذری نے بتا دی ھے : ,,دونوں حکم پہلے تدمر میں ایک مہینه رھے ۔ باھم بحث بھی ھوئی اور ھر ایک حکم اپنے امیر کو لکھ کر جوابات بھی حاصل کرتا رھا ۔ پھر تدمر سے دومة الجندل جا کر وھاں مہینه بھر رھے ۔ پھر وھاں سے أذرح چلے گئے '' ۔ (۳۸)

مروج الذھب (مسعودی) کے ھاں بعض تفصیلیں ھیں جو محض افسانه معلوم ھوتی ھیں ، مثلاً یه قصه که حکم نامزد ھونے کے بعد جب شامی فوج واپس ھوئی تو عمرو بن العاص نے معاویه کے ھاں آنا جانا ترک کر دیا (که میں اب مختار کل ھوں ، چاھے معاویه کو رکھوں یا معزول کروں ، غرض انھیں مجھ سے ھے مجھے ان سے نہیں) ۔ اس پر معاویه ایک دن عمرو بن العاص کے گھر گئے اور بلطائف الحیل ملاقات کے کمرے کو عمرو کے آدمیوں سے بالکلیه خالی کراکے اپنے سپاھیوں سے بھر دیا اور کمره اندر سے بند کر کے کہا : میری بیعت کر ورنه ابھی قتل کرا دیتا ھوں ۔ عمرو نے مصر کی گورنری مانگی ، جو معاویه نے بخوشی دی ۔ پھر عمرو کی بیعت لے کر گھر واپس گئے ۔

بلاذری وغیره کے ھاں صراحت ملتی ھے که حکموں نے کبار صحابه مثلاً عبدالله بن عمر ، سعد بن أبی وقاص وغیره سے درخواست کی که وه زحمت کر کے ان سے ملنے آئیں اور مشورے دیں ۔ ظاھر ھے که یه حکموں کی اولین ملاقات کے بعد ھی طے ھوا ھوگا ، اور اس میں وقت بھی لگا ھو گا که دعوت نامه جائے اور یه لوگ(غالباً مکه یا مدینه سے) عرب کے شمال میں پہنچ سکیں ۔

مروج الذھب (مسعودی) کے ھاں بعض دیگر تفصیلیں بھی ھیں

جو اوروں کے ہاں نہیں ہیں ، اور یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کس حد تک صحیح ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ جب پہلی بار دونوں حکم ملے تو ابو موسیٰ نے ایک طویل تقریر کی ، اور اسلام کی مصیبت کا ذکر کرتے ہوئے کہا : اے عمرو ، آؤ ، ایسا کام کریں جس کے باعث اللہ مسلمانوں میں الفت پیدا کرے اور جھگڑوں کو دور کرے ۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا : یہ ٹھیک ہے لیکن بھول نہ جانے کے لئے مناسب ہے کہ ہم میں طے شدہ ہر چیز لکھ لی جائے ۔ پھر اپنے کاتب کو بلا کر کہا : تجھ سے جو چیز کہی جائے اگر اسے ہم دونوں حکم منظور کریں تو لکھنا ورنہ نہیں ۔ پھر ایک عبارت لکھوانی شروع کی کہ یہ ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص کا متفقہ فیصلہ ہے ۔ شروع میں حمد و صلاۃ ، پھر ابو بکرؓ و عمرؓ کے برحق اور اچھے خلفاء ہونے کا ذکر آیا ۔ بعد ازاں یہ کہ عثمانؓ اجماع امت اور شورائے اصحاب رسول اللہؐ سے خلیفہ بنے ، وہ دیندار مومن تھے ، مظلوم قتل کئے گئے ، اور ان کا خون ان کے ولی ۔ اور قریب ترین ولی معاویہ ہیں طلب کر سکتے ہیں ۔

اس کے بعد ابو موسیٰ نے کہا کہ علیؓ کو شامی ، اور معاویہ کو عراقی پسند نہیں کرتے ۔ اس لئے دونوں کو معزول کر کے کسی موزوں شخص کو خلیفہ نامزد کیا جائے . ابو موسیٰ نے عبداللہ بن عمر کا نام پیش کیا ۔ عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرو بن العاص کا ۔ ابو موسیٰ نے کہا : عبداللہ بن عمرو بھی موزوں تھے لیکن تمھیں نے ان کو جنگ میں گھسیٹ کر داغدار کر دیا ہے ۔ (غالباً اس کے بعد عبداللہ بن عمر وغیرہ مشاورت کے لئے بلائے گئے کہ علیؓ و معاویہ کی جگہ کسے چنیں) ۔ اس بارے میں دارقطنی کی روایت بھی

دیکھی جائے (جسے ابن العربی نے العواصم،ص ـ ۱۲۸ ـ ۱۲۹ میں نقل کیا ھے) که اس کی بھنک حضرت معاویه کے کانوں پر بھی پڑگئی تھی اور دونوں میں کچھ تنت بھی ھوگئی تھی ـ

بلاذری (انساب ، مخطوطه) کے مطابق عمرو بن العاص نے عبداللہ بن عمر سے کہا : میں تمھیں خلیفه بناؤں تو کیا مجھے مصر کا والی بناؤ گے ؟ انھوں نے کہا : نہیں ـ بلاذری ھی نے ابو خیثمه کے حوالے سے ایک اس سے بھی زیادہ غیر قرین قیاس قصه لکھا ھے : عمرو بن العاص نے عبداللہ بن عمر سے کہا که ھم دونوں حکم اس پر متفق ھو چکے ھیں که تمھیں خلیفه بنائیں ؛ کیا تم کچھ رقم لے کر اس شخص کے حق میں دستبردار نه ھو جاؤ گے جو اس کا خواھشمند ھے ؟ ظاھر ھے که ابن عمر نے خفگی اور حقارت سے اسے رد کیا اور کہا که میں خلافت اس وقت تک قبول نہیں کر سکتا جب تک که وہ متفقه نه ھو ، اور اگر دو آدمی بھی مخالف ھوں تو پھر میں اسے قبول نه کرونگا ـ

بہرحال اس طرح دونوں حکموں میں مہینوں پیچیدہ سیاسی رسه کشی ھوتی رھی ـ تاریخوں سے ایسا معلوم ھوتا ھے که ابو موسیٰ اور عمرو بن العاص اس پر راضی ھو گئے که معاویه اور علیؓ دونوں کو معزول کر کے کسی کا آزادانه انتخاب ھو ـ یه ممکن ھے لیکن اس سے سیاسی خلا پیدا ھو جاتا ، اور فریقین کی فوج کی موجودگی میں ، جب که علیؓ اور معاویه اپنی اپنی خلافتوں کو منانے پر تلے ھوئے ھوں ، آزادانه انتخاب کی فضا پیدا نہیں ھو سکتی تھی ـ واحد حل یه تھا که دونوں حکم کسی ایک نام پر متفق ھوں ، اور یه ھو نہیں رھا تھا ـ عمرو بن العاص نے یه بھی محسوس کیا ھوگا که اگر ان کا اپنا

بیٹا خلیفه نهیں بنتا هے تو محض معاویه کی معزولی اور سیاسی خلا کے پیدا کرنے کے بعد وہ نه گھر کے رهینگے نه گھاٹ کے ۔ اس لئے اگر انهوں نے شـــروع مـــیں ابـــو مـــوسیٰ کی تجـــویز منظور بھی کی هـــو تو غور مکرر کے بعد رائے بدل دی هو گی ۔ اور یه بھی ممکن هے که ابو موسیٰ کو غلط فهمی هوئی هو ۔ ان حالات میں اوپر بیان شده حـــکموں میں یاد داشت کا لکھا جانا ایک افسانه بن جاتا هے کیونکه جب حکمـــوں نے فیصله سنایا اور ان میں اتفاق نه پایا گیا تو ابو موسیٰ نے کیوں نه کها که یه همارے نوشته معاهده کے خلاف هے ؟

جو بھی هو ، تحکیمی فیصله سنانے کے لئے فریقین کے نمائندے جمع هوئے ۔ پہلے ابو موسیٰ نے اٹھکر کها که امت میں دوباره اتحاد پیدا کرنے کے لئے بهتر هے که موجوده دونوں امیدواروں کو معزول کر کے کسی تیسرے کا انتخاب کیا جائے ۔ اس کے بعد عمرو بن العاص نے کها که ابو موسیٰ کو صرف اپنے موکل کو معزول کرنے کا حق هے-اور میں اسے نوٹ کرتا هوں ۔ رها میں ، میں اپنے موکل کو معزول نهیں کرتا بلکه انهیں برقرار رکھتا هوں ۔

فرقه واری بحث میں اس پر گالی گلوچ بلکه تکفیر تک کی نوبت آ گئی هے ۔ هم ٹھنڈے دل سے کچھ غور کریں :

بخاری وغیره میں ایک مشهور حدیث امام حسن کے فضائل میں هے : میرا یه بچه ایک سردار هے اور ایک دن آئیگا که الله اس کے باعث ,,مسلمانوں کے دو گروهوں میں ,,صلح کرائیگا ۔ جب رسول اللهؐ معاویهؓ اور ان کے ساتھیوں کو مسلمان قرار دیتے هیں تو پھر کسی مسلمان کو ان کی تکفیر بهرحال نه کرنی چاهئے ۔

علیؓ اور معاویه میں معاهده یه هوا تھا که تحکیم متفقه هو تو ان پر

پابندی عائد ہوگی ۔ وہ متفق علیہ نہ ہو سکی اس لئے ردی کا کاغذ اور ناقابل نفاذ تھی ۔ اور جیسا کہ معاہدہ کی دفعہ ١٦ میں صراحت ہے ، علیؓ کا کوئی نقصان نہ ہوا اور حالت سابقہ عود کر آئی۔

ہر وکیل اپنے موکل کے لئے سارے جتن کرنے کا عقلاً اور قانوناً مجاز ہے ۔ عدالت اسے رد کرنے کی مقتدر ہے لیکن وہ کسی وکیل کو محض اس کی بحث کی وجہ سے نہ کوئی سزا دیتی ہے اور نہ اس کی نیت پر حملہ کرتی ہے (کہ جانبدارانہ بحث وکیل کے فرائض میں داخل ہے) بلکہ صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتی ہے کہ تمہاری دلیلیں ہمیں معقول نہیں معلوم ہوتیں ۔ اس چودہ سو سال پہلے کے واقعہ میں ہم خوانندگان بھی عدالت کی طرح سنجیدہ اور جذبات سے خالی فیصلہ سنائیں اور بس ۔

اعلان تحکیم کے بعد ظاہر ہے کہ ابو موسیٰ سیاست سے کنارہ کش ہو کر گوشہ گزین ہو گئے ۔ معاویہ کی پوزیشن کئی طرح سے بہتر ہوگئی : تحکیم سے ان کو اخلاقی تقویت ہوئی ہو یا نہیں ، صفّین کے بعد کی مہلت میں ان کی فوجی حالت ضرور بہتر ہوگئی۔ حضرت علیؓ کے ہاں اسی زمانے میں پھوٹ پڑ گئی : خوارج نے اس نازک وقت اتحاد و تعاون کی جگہ ایسے مباحث چھیڑے جو جو نہ علمی حیثیت سے اور نہ ہی سیاسی نقطۂ نظر سے معقول تھے ۔ میدان صفین سے تحکیم نامۂ سنتے ہی چند لوگ کہنے لگے ,,لا حکم الا للہ،، اور اس کے خلاف کرنے والا کافر ہے ،، ۔ پھر یہ لوگ علیؓ کی فوج سے نکل کر ہر جگہ دعایہ (پروپگنڈا) کرنے لگے ۔ ان کے بعض گروہ حضرت علیؓ نے منتشر کئے تو آخر وہ نہروان میں جمع ہونے لگے ۔ (کیا اس میں بھی یہودی ہی ان کو شہ دیتے رہے ؟ کوئی صراحت تو

نہیں ملتی لیکن مروج الذهب میں بیان ہوا ہے کہ ان کو سمجھانے کے لئے حضرت علیؓ نے ایک یہودی کو سفیر بنا کر بھیجا ۔ یہ خوارج جو عام مسلمان ہی نہیں سارے غیر مسلموں کو بھی گردن زدنی سمجھتے تھے ، ان تک ایک یہودی کا پرامن طور سے آنا جانا کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے ۔)

علیؓ کے ہاں نظم و ضبط کے خراب ہونے کا اندازہ اس سے کریں کہ ان کے گورنر بصرہ نے بیت المال سے ، بروایت بلاذری ساٹھ لاکھ درہم ، جبراً لے لئے ۔ خازن کی شکایت اور حضرت علیؓ کی جواب طلبی پر انہوں نے جواب لکھا : کسی اور کو گورنر بنا کر بھیج دو ، اور رقم لے کر وہاں سے چلے گئے ۔ اس سے بڑھ کر ذہبی کی روایت ہے : ,,حسن بن علیؓ اور جعفر نے معاویہ کو خط لکھ کر کچھ پیسہ مانگا ۔ معاویہ نے ان دونوں کو ایک لاکھ (دینار) بھیج دئے ۔ علیؓ کو اطلاع ملی تو ان دونوں سے کہا : تمھیں شرم نہیں آتی ؟ جس شخص پر ہم صبح شام طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں اسی سے تم پیسہ مانگتے ہو ۔ دونوں نے جواب دیا : آپ نے ہمیں محروم رکھا ہے ، اور انہوں نے جود و سخا دکھائی ہے ،، (۴۹)

ان حالات میں حضرت علیؓ معاویہؓ سے فوراً جنگ نہ کر سکے ۔ عراق ہی میں خوارج کی پیدا کردہ بدامنی دور کرنی تھی یہ لوگ غیر خوارج مسلمانوں کے دودھ پیتے بچوں کو بھی قتل کرنے سے باک نہ رکھتے تھے ، اور ان کے فقہیہ نجدة الحروری کا استدلال تھا کہ قرآن کے مطابق حضرت موسیٰ کے معلم خضر نے ایک مستقبل کے برے بچے کو پیشگی ہی قتل کر دیا تھا (۵۰) ۔ یہ لوگ بےعقل لیکن انتہائی مخلص اور دیندار مسلمان تھے ۔ حضرت علیؓ نے نہروان میں ان پر

حملہ کر کے ان کا قتل عام کیا ، چنانچہ کوئی دس ہزار میں سے صرف دس زندہ بچ سکے ۔ مگر سارے خوارج نہروان میں نہ تھے ۔ ان سرفروشوں نے صدیوں مسلمان خلفاء کی نیند حرام کئیے رکھی ۔

نہروان کے بعد حضرت علیؓ نے شام جانا چاہا تو اشعث کندی نے رکوایا کہ ہتھیار وغیرہ درست کرنا ہیں ۔ ٹھہرے تو فوج کے لوگ کھسکنے لگے ، اور جلدی ہی بمشکل ایک ہزار آدمی باقی رہ گئے ۔ اس وقت اطلاع آئی کہ معاویہ نے شہر انبار پر حملہ کر کے چھاونی کے لوگوں کو قتل کیا ۔ اس پر حضرت علی نے فوجی رضاکار مانگے ۔ لوگ پھر بھی نہ آئے ۔ اس پر جبراً فوج میں بھرتی کرنا شروع کیا ۔ ظاہر ہے کہ ایسی فوج کس کام کی ہوتی ۔ اس مایوسی کے زمانے میں وہ بعض وقت بےاختیار کہا کرتے تھے : ,,وہ بڑا شقی آخر کیا انتظار کر رہا ہے ؟ ،، (۵۱) رسول اللہؐ کی پیشینگوئی تھی حضرت علیؓ کو ایک بڑا شقی قتل کریگا) ۔ اس سے بھی زیادہ حیرت مروج الذهب کی اس روایت پر ہوتی ہے کہ الحارث بن راشد نامی ایک شخص تین سو ساتھیوں کے ساتھ ان کی فوج سے نکل کر چلا گیا اور یہ سب نصرانی بن گئے ۔

طبری ، سنہ ۴۰ ابن الجوزی (المنتظم ۳ ـ ۲۹ ، ابن کثیر (البدایة ۷ـ ۳۲۲) اور العواصم من القواصم لابن العربی ، ص ۱۵۲ ، کے مطابق معجم الصحابة للبغوی ، سب ہی صراحت کرتے ہیں کہ ,,علی اور معاویہ میں طویل خط و کتابت کے بعد سنہ ۴۰ ھ میں ایک مہادنہ (معاهدۂ جنگ بندی) ہوگیا کہ دونوں میں جنگ رک جائے ، علی کو عراق ، اور معاویہ کو شام (کی حکومت) حاصل ہو ، ان دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے علاقے میں فوج لے کر نہ

جائے اور نہ لوٹ مار غارت گری کرے ۔ ابن اسحاق کے مطابق جب دونوں میں سے کسی نے دوسرے کی اطاعت (بیعت) منظور نہ کی تو معاویہ نے علی کو لکھا : اگر اس سے تم کو انکار ہے تو عراق تمہارا ، اور شام مــیرا ۔ اور اس تلوار کو اس امت سے روکــو ، اور مسلمانوں کا خون نہ بہاؤ ۔ عــلیؓ نے اسے قبول کیا اور سب اس پر راضی ہوگئے » ۔ ایک طرف یہ ، اور دوسری طرف ایسی روایتیں بھی ہیں کہ شام پر حملہ کرنے کے لئے وہ فوج جمع کر رہے تھے اور جب ہزاروں لوگ مرنے مارنے کی بیعت کر چکے تھے تو ان کو ایک خارجی نے شہید کر دیا ۔

خارجی اپنی انتہا پسند تقشف کی تحریک میں سب سے بڑی رکاوٹ تین شخصوں کو سمجھتے تھے : علی ، معاویہ اور عمرو بن العاص . اور علی سے نہروان کے قتل عام کا انتقام بھی چاہتے تھے ۔ چنانچہ چند سرفروش نکلے کہ ان تینوں کو ایک ہی معین دن فجر کی نماز کے وقت مسجد میں قتل کر دیں ۔ عمرو بن العاص اتفاق سے اس دن مصر میں نماز کی امامت کے لئے نہ آئے ۔ معاویہ اور علی دونوں زخمی ہو گئے ۔ مگر معاویہ کا زخم کاری نہ تھــا ۔ (ان کے کردار کا اندازہ اس سے کیا جائے کہ جب قاتل نے گرفتار ہو جانے پر معاویہ سے کہا : اے اللہ کے دشمن ، کیا میں نے تجھے قتل کر دیا ہے ؟ تو انہوں نے جواب دیا : ہر گز نہیں اے میرے بھائی (٥٢) ۔ عــلیؓ کے قاتل ابن ملجم کو بھی گرفتار کــر لیــا گیا ، اور علی نے کہا : اسے قید رکھو لیکن اذیت نہ دو ۔ میں جانبر ہو گیا تو دیکھونگا کہ معاف کروں یا کوئی سزا دوں ؛ اور اگر مر جاؤں تو اس سے قصاص لے لینا ۔ پھر جب حضرت علیؓ دار فانی سے روانہ ہو گئے تو امام حسن نے اسے محبس

سے نکالا ، اور لوگ نفط اور لکڑی کا برادہ لائے کہ اس کی لاش کو جلا ڈالیں (۵۳) پھر اس کا ایک ایک عضو کاٹا جانے لگا مگر اس نے اف نہ کیا ۔ جب اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا تو وہ رونے لگا ۔ وجہ پوچھی گئی تو کہا : مجھے مرنے کا کوئی ڈر نہیں لیکن میں چاہتا تھا کہ آخری سانس تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں زبان کے کٹ جانے پر یہ ممکن نہ ہو سکیگا ۔ ایسے کرداروں پر آدمی کو دم بخود مبہوت ہو جانا پڑتا ہے اور وہ سمجھ نہیں سکتا کہ کیا رائے دے ۔ ایک اور معاصر خارجی کو سزائے موت دینے کے بعد اس کے خادم خاص سے پوچھا گیا کہ وہ زندگی میں کیسا تھا ؟ کہا : مجھے کبھی دن میں غذا حاضر کرنے کی ، اور رات میں بستر بنانے کی ضرورت نہ پڑی (کہ وہ قائم اللیل صائم الدھر تھا) ۔

زخمی حضرت علی نے پورے سکون سے جان دی ۔ بیٹے امام حسن کو ایک وصیت کی (جو جائداد اور خاندان کے افراد کے باہمی برتاؤ کے متعلق ہے ، ولی عہدی یا سیاسیات کا اس میں کوئی ذکر نہیں) (ابن کثیر ، مقاتل الطالبین للاصبہانی ، طبری ، ابن الاثیر) بعض لوگوں نے ان سے کہا بھی تو ولی عہد نامزد کرنے سے انکار کیا (۵۵) ۔ بعض اور نے پوچھا : کیا آپ کے بعد ہم حسن کی بیعت کر لیں ؟ تو کہا : نہ تمھیں حکم دیتا ہوں ، نہ منع کرتا ہوں ۔ پھر وہ جنت کو سدھارے ۔

چار سال نو ماہ کی حکمرانی کے بعد ۱۷ رمضان ۴۰ ھ کو چودہ لڑکے اور انیس لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہوئے ۔ ابن کثیر کے مطابق چار بیویاں اور انیس لونڈیاں گھر میں چھوڑیں ، نیز چودہ بیٹے اور سترہ بیٹیاں ۔ ابن حجر کے مطابق ۲۱ بیٹے اور ۱۸ بیٹیاں ۔

ان کے خاندان میں ایک سندھی لڑکی بھی آئی اور اسی سے زید بن علی پیدا ہوئے تھے (۵٦)

روحانی زندگی

سارے کبار صحابہ کی طرح ، یہ بھی عابد و زاھد تھے ، اور قرآنی حکم ,,فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة ،، کی تعمیل میں انھوں نے نہ دنیا کو ترک کیا (حصول خلافت کی کوشش کی) اور نہ آخرت کو۔ آنحضرت کی روحانی تعلیم کو جن صحابہ نے بطور خاص پھیلایا ، ان میں یہ بہت ممتاز ھیں ۔ اور آج تک نہ صرف شیعہ بلکہ سنی (قادری ، چشتی ، سہروردی وغیرہ) سلسلے انھیں کے توسط سے رسول اللہؐ کے فیض سے مکتسب ہوتے ھیں ۔ مسلمانوں میں انسانی چیزوں کو عیسائیوں کی طرح دینی اور دنیوی میں نہیں بلکہ ظاھری اور باطنی میں تقسیم کیا گیا ھے ۔ نتیجہ یہ ھوا کہ حکمرانی کے ساتھ ساتھ ظاھری امور دین یعنی نماز ، روزہ ، حج اور زکوٰۃ بھی خلیفۂ سیاسی سے متعلق ہوئے ، اور باطنی امور خلیفۂ طریقت سے ۔ خلافت سیاسی کو بعض انصار نے متعدد امیروں میں بانٹنا چاھا تھا (منّا أمیر و منکم أمیر) ، لیکن امّت نے اسے پسند نہ کیا ، لیکن خلافت باطنی میں ایک سے زائد صحابی رسول اللہؐ کے خلیفۂ بلافصل بنے ، علی بھی ، ابو بکر بھی (شاہ ولی اللہ بحوالہ ازالہ الخفا ۱۸۵:۲) کے مطابق حضرت عمرؓ کا سلسلۂ فاروقیہ بھی برقرار رھا ھے ۔ نیز متعدد دیگر صحابہ سے بھی ۔ حضرت علی رسول اکرم کے سیاسی خلیفۂ بلا فصل نہ بنے (اور دنیا ایک سایہ ھے ، آئی گئی چیز) ، لیکن ابدی زندگی کے سلسلے میں وہ بھی رسول اللہؐ کے

خلیفۂ بلا فصل ھیں ، اور اس میں سنّی شیعه سب متفق ھیں ۔ اب لے دے کے دونوں فرقوں میں فرق یه رہ جاتا ھے که حضرت علیؓ کو سیاسی زندگی میں بھی خلیفه بلا فصل اور خلیفۂ اول بننے کا حق تھا یا نہیں ؟ اب ان کی وفات کے ساڑھے تیرہ سو سال بعد اس مسئلے کی عملی اھمیت کچھ بھی نہیں ، اس لئے اس کا فیصله خدا پر چھوڑا جا سکتا ھے ۔

غالی فرقے بھی پیدا ھوئے ، سب سے پہلے ابن سبا نے یه خیال پھیلایا که حضرت علیؓ میں خدا نے حلول کیا ھے اور وہ رسول اللہؐ کے وصی اور آخر الا وصیاء ھیں (طبری) ۔ حضرت نے اسے قید بھی کیا ، جلاوطن بھی کیا مگر معلوم ھوتا ھے بڑا چرب زبان بھی تھا ، عمار بن یاسرؓ بھی مصر گئے تو اس سے متاثر ھو گئے (طبری) ۔ علوی ، فاطمی وغیرہ بھی ان کے احترام میں مبالغه کرتے ھیں ۔ امامیه شیعوں میں حضرت علیؓ ھی نہیں ان کے جانشین بارہ پشت کے امام بھی معصوم ھیں ۔

اداری نظام

ان کا زمانه خانه جنگی کا تھا ، اس لئے بیرونی فتوح بالکل بند ھوگئیں ۔ کہتے ھیں که صرف سندھ کی سمت ان کے والی نے کچھ عملیت جاری رکھی ۔

کشوری نظم و نسق میں جو ابو بکرؓ کے زمانے سے چلا آ رہا تھا ، کوئی خاص فرق خلافت علی میں نظر نہیں آتا ۔ دستور بھی برقرار رہا که خلیفه منتخب تو ھو مگر تاحیات ۔ خلیفه دستوری حکمران یعنی آئین پسند ھی رہا اور وہ قانون کو بدلنے کا مجاز نه تھا بلکه قرآن و حدیث کا کاملاً تابع تھا ، اور اپنے اعمال کے لئے عوام کے

سامنے ہر وقت جوابدہ ۔ مرکزی حکومت میں سارے امور خلیفہ سے متعلق رہے ۔ مشورہ تو ہوتا ہے لیکن انہیں سے جن کو خلیفہ پسند کرے ، عوام کے منتخبہ نمائندوں ، اور شعبہ وار خود مختار وزیروں کا ابھی سوال نہ تھا ۔ سب سے اہم چیز شاید یہ تھی کہ مدینۂ منورہ کی جگہ کوفہ دارالخلافت بنایا گیا ۔ ابن عمر کے اعتراض پر کہا : وہاں مال اور آدمی (سپاہی) ہیں ۔

صوبوں میں حسب سابق گورنر تھے ۔ اور ان میں بہت سے بنی ہاشم کے تھے فوج اور سرکاری خزانہ گورنر ہی کے ماتحت ہوتا تھا ۔

خود مختار قاضی ایک ایسا ادارہ ہے جس پر اسلام فخر کر سکتا ہے کہ وہ اپنے ہی مامور کنندہ خلیفہ کی بھی سماعت کر سکتا تھا ۔ ابو بکر کی طرح علیؓ کو بھی ان کے زمانۂ خلافت میں قاضی کے ہاں رجوع ہونا پڑتا تھا ۔ ایک مرتبہ علیؓ نے ایک یہودی کے خلاف قاضی کے ہاں رجوع کیا ، اور ثبوت کے لئے اپنے بیٹے اور غلام کو بطور گواہ پیش کیا ۔ قاضی شریح نے شہادت رد کر دی کہ بیٹا باپ کے حق میں شہادت نہیں دے سکتا ۔ فوری خفگی میں حضرت علیؓ نے قاضی کو برطرف کر دیا لیکن دوسرے ہی دن اضافۂ تنخواہ کے ساتھ مکرر مامور کر کے اپنی حق پسندی کا ثبوت دیا ۔ ان کے زمانے کی ایک اہم اور اچھی اصلاح یہ تھی کہ ایک گواہ دوسرے گواہ کا بیان نہ سنے ، ورنہ سابق میں سب حاضر رہتے اور گواہ ثانی گواہ اول کے بیانات سے معلومات حاصل کرتا اور امکان ہوتا کہ جھوٹا گواہ بھی اس طرح تفاصیل سے واقف ہو جائے ۔ یعقوبی عام طور پر ناقابل اعتماد مؤرخ پایا گیا ہے ۔ بہرحال وہ لکھتا ہے : حضرت علیؓ نے عجیب عجیب احکام دئے حتیٰ کہ بعض لوگوں کو زندہ جلایا ، بعض

کو دھوئیں سے سزا دی (دخّن) ، چوری میں پہنچے کی جگہ صرف انگلیاں کاٹیں ، لواطت میں مجرمین پر دیوار گرا کر ملبے میں زندہ دفن کیا » ۔

غیر مسلموں کی عدالتیں بھی حسب سابق جدا ھی رھیں ۔ ان سے سلوک اچھا رھا ، انھیں سفیر تک بنایا ۔ جزیے میں رقم کی طرح هم قیمت مصنوعات بھی قبول کئے جا سکتے تھے ۔ (۵۷)

ان کے زمانے میں قانون بین الممالک کی قسم ,,قانون بین المسلمین » نے خانہ جنگی کے باعث نظائر کے ذریعے سے ترقی کی ۔ حضرت علیؓ کا طرز عمل اب فقه کی کتابوں میں ,,کتاب البغاة » میں عام طور پر درج ملیگا ۔ اسلحہ کے سوا مسلمان باغی کی دیگر گرفتار شدہ جائداد کو وہ مال غنیمت نہیں بناتے تھے ، بلکه بھگوڑوں کا تعاقب تک نه کرنے کا حکم دیا تھا ۔ اس پر تو بعد میں کم عمل ھوا لیکن مسلمان باغی کو غلام نه بنا سکنا ایسا فیصلہ تھا جو ذھنوں میں راسخ ھوگیا ھے ۔ ابن کثیر نے لکھا ھے که جنگ جمل کے فریقین کے مقتولوں پر انھوں نے نماز جنازہ پڑھی ۔ سنن سعید بن منصور (حدیث ۲۹٦۷) میں ھے : ان سے کسی نے پوچھا تو کہا ھمارے اور ان کے مقتولوں میں سے جو شخص بھی وجه الله اور دار آخرت چاھتے ھوئے لڑ کر مارا گیا وہ جنت میں جائیگا ۔

نماز فجر کی دعائے قنوت میں وہ آخری زمانے میں معاویه ، عمرو بن العاص وغیرہ پر لعنت کرنے لگے تو اطلاع ملنے پر معاویه نے بھی مماثل طرز عمل اختیار کیا (۵۸) یه نامناسب بدعت حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ختم کرائی ۔

ان کی سرکاری مہر پر ,,الله الملک » درج تھا ۔ کبھی کبھی

,,محمد رسول اللہؐ،، عبارت والی مہر بھی استعمال کرتے تھے ، جیسا که تحکیم نامۂ صفین میں کیا تھا چونکه رسول اکرمؐ کی ایسی عبارت والی مہر بعد میں ابو بکرؓ اور عمرؓ نے استعمال کی تھی ، اس لئے اس کے سیاسی مضمرات واضح ہیں ۔

ان کے ذہانت آمیز فتوے اور فیصلے رسول اللہؐ کی بھی تعریف حاصل کر چکے ہیں ، اور خلیفه حضرت عمرؓ کی بھی ۔ خود ان کے زمانۂ خلافت میں بھی اس کی دلچسپ مثالیں ملتی ہیں : دو شخص کھانے پر مل کر بیٹھے تھے ، ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں ۔ اتفاق سے ایک شخص پاس سے گذرا تو اسے بھی کھانے کی دعوت دی ۔ اس نے چلتے ہوئے شکر گذاری میں آٹھ درہم پیش کئے ۔ ان کے بٹوارے میں جھگڑا ہوا ۔ پانچ روٹیوں والے نے تین روٹیوں والے رفیق سے کہا : پانچ درہم مجھے ، تین تجھے ملنا چاہئے ۔ دوسرے نے اصرار کیا که رقم مساوی بٹنی چاہئیے ۔ حضرت علیؓ کے پاس مقدمه کیا تو انھوں نے تین روٹیوں والے جھگڑالو سے کہا: تیرا دوست جو دے رہا ہے لیلے ۔ وہ اپنے اصرار پر قائم رہ کر عدالتی فیصلہ چاہنے لگا ۔ حضرت علیؓ نے کہا : تجھے آٹھ میں سے صرف ایک درہم ملیگا ، اور سات درہم تیرے رفیق کو ۔ وہ بوکھلایا تو کہا : آٹھ روٹیوں کو تین شخص نے کھایا ، ان روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے کرنے تھے تاکه ہر ایک آٹھ ٹکڑے کھا سکے ۔ یه فرض کرنا چاہئے که تینوں نے مساوی مقدار میں کھانا کھایا ۔ تیرے رفیق کے پاس کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے بنے ، اور تیری تین روٹیوں کے نو ۔ ان نو میں سے آٹھ خود تو نے کھائے اور صرف ایک ٹکڑا مہمان کو دیا اور تیرے رفیق کے پندرہ ٹکڑوں میں سے اس نے آٹھ کھائے اور سات

مہمان کو دئے ـ لہذا مہمان کے دئے ہوئے آٹھ درہم میں سے ایک تجھے اور سات اسے ملینگے (۵۹)

حضرت علیؓ کے فتوؤں کی دھوم تھی اس لئے بعد میں بعض جا ، پرست مؤلفوں نے اصلی نقلی چیزوں کے مجموعے تیار کئے تھے ـ ایک اس طرح کا مجموعہ فتاویٰ حضرت عبداللہ بن عباس کو دکھایا گیا تو انھوں نے اس کی بہت سی چیزوں کو مٹا دیا اور کہا کہ یہ حضرت علی پر افترا ہے ـ

انھیں حدیث نبوی سے بھی بڑی واقفیت تھی ـ ان کی روایتیں یکجا بھی مل سکتی ہیں ، مثلاً مسند احمد بن حنبل ، المعجم الکبیر للطبرانی ، المستدرک للحاکم ، وغیرہ میں انھوں نے حدیثیں لکھائیں بھی ـ ایک دن مسجد کوفہ میں کہا : کون ہے جو میرا علم ایک درہم میں حاصل کرنا چاہتا ہے ؟ الحارث الاعور دوڑ کر بازار گیا اور ایک درہم کا کاغذ خرید لایا اور اس نے بہت سی چیزیں (علما کثیرا) لکھیں ـ حر بن عدی کے پاس بھی حضرت علیؓ کی لکھائی ہوئی چیزوں کا ایک پورا رسالہ (صحیفۃ) تھا ان کے پاس چونکہ رسول اکرمؐ کی ذاتی تلوار آ گئی تھی اس لئے اس پر جو دستاویزیں رسول اللہ نے لپیٹ رکھی تھیں وہ بھی ان کے پاس تھیں اور وہ ان کو پڑھ کر سناتے اور کہا کرتے قرآن اور ان دستاویزوں کے سوا میرے پاس کوئی اور لکھی ہوئی چیز نہیں ہے (۶۰) ایسا معلوم ہوتا کہ ان میں شہری مملکت مدینہ کا دستور ، اور تخطیط حدود حرم مدینہ ، نیز نصاب زکوٰۃ کی تفصیلیں شامل تھیں ـ

دائرۃ المعارف اسلامیہ (فرنگی) کی طبع دوم کی مقالہ نگار مادۂ ,,علی،، نے اپنی رائے یوں دی ہے : ,,ان کا نظام العمل غیر معیّن تو

نہیں لیکن خواب و خیال کی دنیا کا utopian تھا مگر جب اقتدار ہاتھ آیا تو غالباً انہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ نظام العمل تحقق پذیر ہونے کے ناقابل ہے » ۔

حواشی

۱۔ شاہ ولی اللہ ۔ ازالۃ الخفاء ۔ ۲ ۔ ۲۵۱

۲ ۔ احمد بن یحیی البلاذری ، انساب الاشراف ط مصر ج ۱ ، ف ۳۲۰ ۔

۳ ۔ محمد ابن جریر طبری ، تاریخ الامم والملوک ص ۱۱۶۱

۴ ۔ احمد بن یحیی البلاذری ، انساب الاشراف ف ۲۱۸

۵ ۔ ابن کثیر دمشقی ، البدایۃ و النہایۃ ۷ ۔ ۲۲۸

۶ ۔ شاہ ولی اللہ ، ازالۃ الخفاء ۲ ۔ ۲۵۲

۷۔ محمد بن اسماعیل البخاری ، الصحیح ۔ ۳۴ ۔ ۴۹ ۔ ۵ وغیرہ

۸ ایضاً ۶۴ ۔ ۸۷ ۔ ۵

۹ ۔ احمد بن یحیی البلاذری ، انساب الاشراف ج ۱ ف ۸۲۶

۱۰ ۔ ایضاً مخطوطہ استانبول ۱ ۔ ۳۷۶

۱۱ ۔ ایضاً ۔ ف ۱۱۸۴ ، ۱۱۸۷

۱۲ ۔ ایضاً ف ۱۱۸۳ تا ۱۱۸۶

۱۳ ۔ تاریخ الامم و الملوک ص ۱۸۲۵

۱۴ ۔ ابو الحسین المعتزلی : کتاب المعتمد مطبع بیروت ۲ ۔ ۶۳۶

۱۵ ۔ تاریخ الامم و الملوک ص ۱۸۷۴

۱۶۔ ایضاً ص ۱۹۷۷ ، ۲۰۷۲

۱۷ ۔ ابن عبدالبر ، الاستیعاب نمبر ۲۰۱۵

۱۸ ۔ دیکھئے میرا مضمون the Nasi مجلہ ہسٹاریکل سوسائٹی آف پاکستان جلد ۱۶ شمارہ اوّل و چہارم ، ۱۹۶۸ نیز اسلامک ریویو جلد ۵۷ شمارہ ۲ ، ۱۹۶۹

۱۹۔ ازالۃ الخفا ۱ ۔ ۱۷۷

۲۰۔ تاریخ الامم و الملوک ص ۲۶۱۳

۲۱۔ ایضاً ص ۲۵۱۰

۲۲ ۔ ایضاً ص ۲۷۵۰

۲۳۔ ایضاً ص ۲۳۱۲

۲۴ ۔ ایضاً ص ۲۲۱۲

۲۵ ۔ ایضاً ص ۲۵۲۲

٢٦ ـ البدایه والنهایه ۷ ـ ١٣٦

٢۷ ـ تاریخ الامم والملوک ص ٢۷٩٦

٢٨ ـ ایضاً ص ٢۷٨٦

٢٩ ـ ایضاً ص ٢٨٣٣ تا ٢٨٣۵

٣٠ ـ تاریخ الامم و الملوک ص ٢٩٣٢

٣١ ـ ایضاً ص ٢٩٣۷

٣٢ ـ (ابن سعد ٣ ـ ١ ص ۵۷ ابن کثیر ۷ ـ ١۷۵) بی بی عائشه سے متعلّق مسروق کی ایسی هی روایت طبری کے هاں بهی هے ـ

٣٣ ـ تاریخ الامم و الملوک ص ٢٩۵۵

٣۴ ـ ایضاً ص ٢٩۵٨

٣۵ ـ ایضاً ص ٢٩٦۴

٣٦ ـ ایضاً ص ٢٩٦٠

٣۷ ـ ایضاً ص ٢٩٦١

٣٨ ـ ایضاً ص ٢٩٦٢

٣٩ ـ ایضاً ص ٢٨٦١

۴٠ ـ ایضاً ص ٣٠١٠

۴١ ـ ایضاً ص ٣٠١١

۴٢ ـ ایضاً ص ٣٠١١

۴٣ ـ ایضاً ص ٣٠١۷ تا ٣٠١٨

۴۴ ـ شریف رضی ، نهج البلاغة ، ١ ـ ١٨٢ خطبه ٨٨

۴۵ ـ ابن کثیر ـ الکامل والتاریخ ۷ ـ ٢٣۷

۴٦ ـ محمد حمید الله ـ الوثائق السیاسیة نمبر ٣۷٣

۴۷ ـ ابو جعفر محمد ابن حبیب ، کتاب المحبّر ص ٢۴۵

۴٨ ـ انساب مخطوطه استنبول ١ ـ ٣٨۴

۴٩ ـ تاریخ الاسلام ـ ٢ ـ ٣٢٣

۵٠ ـ محمد بن احمد ابی سهل سرخسی ، المبسوط ١٠ ـ ٢٩

۵١ ـ ابن عبدالبر ، الاستیعاب زیر ,,علی،، (ترتیب ابجدی)

۵٢ ـ ابو حنیفه احمد بن داؤد الدینوری ، کتاب الاخبار الطوال ص ٢٢٩

۵٣ ـ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ٣ ـ ال ـ ص ٢٦

۵۴ ـ الاخبار الطوال ص ٢٢٩

۵۵ ـ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ٣ ـ ١ ص ٢٢

۵٦ انساب الاشراف ١ ـ ٣٣٠

۵۷ ـ الاستیعاب ـ ماده ,,علی،،

۵۸ ـ الكامل والتاريخ ـ > ـ ۲۸۳ ـ

۵۹ ـ الاستيعاب ـ حواله بالا

۶۰ ـ بخارى ، الصحيح ـ ۵۸ ـ ۱۰ ، ۹۱ ، ۹۶ وغيره